آسمانِ رسالت پرچمکتے نجوم ہوا آپ کا زریں سلسلہ - ۵

إِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْإِسْلَامُ

الدین کا خصوصی شمارہ

بہ عنوان

ازواجِ مُطہّرات رضی اللہ عنہن

بیادگار

محسنِ قوم وملت حضرت اقدس مولانا احمد حسن بھام سملکیؒ

(بانی جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل، سملک)

زیرِ سرپرستی

حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم

(شیخ الحدیث جامعہ ھذا)

حسبِ ایماء

حضرت اقدس مولانا احمد بزرگ صاحب سملکی مدظلہ العالی

(مہتمم جامعہ ھذا)

مجلسِ مشاورت

- حضرت مولانا احمد بزرگ سملکی (مہتمم جامعہ ہذا)
- حضرت مفتی ابوبکر صاحب پٹنی (استاذ جامعہ ہذا)
- حضرت مفتی معاذ صاحب بمبوی (استاذ جامعہ ہذا)

مجلسِ ادارت

- عبدالرحیم کشمیری
- ثناء اللہ ایم پی
- طاہر ٹنکاروی

ناشر

شعبۂ تقریر و تحریر

جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل، سملک، گجرات

تفصیلات

کتاب کا نام : ازواج مطہرات
کاوش : طلبۂ جامعہ ڈابھیل
زیر سرپرستی : حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم
حسبِ ایماء : حضرت اقدس مولانا احمد بزرگ صاحب سملکی مدظلہ العالی
صفحات : ۴۸۰
سن اشاعت : رجب المرجب ۱۴۳۹ھ/اپریل ۲۰۱۸ء
ناشر : شعبۂ تقریر و تحریر، جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل

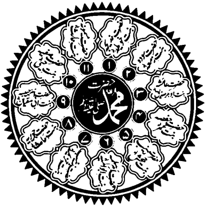

٦

ام المومنین حضرت اُمِّ سلمہ بنتِ ابواُمیہ رضی اللہ عنہا

سوانحی خاکہ

نام : ہند بنتِ ابوامیہ۔ کنیت: اِم سلمہ، کنیت سے ہی آپ معروف ہیں۔

والد کا نام : سہل یا سہیل، کنیت: ابوامیہ۔ والدہ کا نام: عاتکہ بنتِ عامر۔

قبیلہ : بنومخزوم۔

ولادت : ۳۱/عام الفیل، ہجرت سے ۲۸/سال قبل مکۂ مکرمہ میں۔

قبولِ اسلام : آغازِ اسلام میں ایمان قبول کر کے ''السابقون الاولون'' میں شمار ہوئیں۔

ہجرت : حبشہ کے دونوں قافلوں میں شامل ہوئیں اور مدینہ کی جانب اولین مرحلے میں تاریخ ساز ہجرت کی۔

نکاحِ اول : حضرت ابوسلمہ عبداللہ بن عبدالاسدؓ سے۔

نکاحِ ثانی : حضور ﷺ سے شوال ۴ھ کے اواخر میں۔ مہر: کچھ سامان تھا۔

اولاد : پہلے نکاح سے دو لڑکے: سلمہ اور عمر اور دو لڑکیاں: درّہ اور زینب ہوئیں، حضور ﷺ سے کوئی اولاد نہ تھی۔

حج : ۱۰ھ میں سرکار ﷺ کے ساتھ حج کی سعادت حاصل ہوئی۔

مرویات : ۳۷۸/احادیث۔

وفات : ۶۳ھ، مدینۂ منورہ میں۔

نمازِ جنازہ : حضرت ابوہریرہؓ نے پڑھائی۔

مدفن : جنت البقیع۔ عمر: ۸۴/سال۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اُمّ المومنین حضرت اُمّ سلمہ بنت ابواُمیہ رضی اللہ عنہا

معاذ عبدالرقیب بھوپالی

اونچی ہے ثریا سے بھی یہ خاکِ پُر اسرار

ایک متقی و پرہیزگار عورت اپنے خدا پرست شوہر سے کہنے لگی: میں نے سنا ہے کہ اگر کسی عورت کا شوہر اس کی زندگی میں عالمِ آخرت کو سدھارے اور اس کے بعد وہ عورت کسی دوسرے مرد سے نکاح نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس عورت کو فردوسِ بریں کی نعمتوں سے محروم نہیں کرتا، اسی طرح اگر کسی مؤمن متقی مرد کی بیوی عالمِ آخرت کی طرف کوچ کر جاوے اور اس کے بعد وہ مرد کسی عورت کے ساتھ رشتۂ زوجیت قائم نہ کرے تو اللہ اس مرد کو بھی بہشت سے محروم نہیں کرتا۔ تو آؤ! ہم دونوں عہد کریں کہ ہم میں سے جو بھی پہلے راہئ دار البقا ہو گیا تو دوسرا تن تنہا زندگی گذار دے گا۔ شوہر نے یہ محبت بھری باتیں سن کر اپنی باوفا رفیقۂ حیات سے خیر خواہی کے انداز میں کہا: اگر میں پہلے اس دنیا سے رحلت کر جاؤں تو تم دوسرا نکاح کر لینا۔ پھر بارگاہِ ایزدی میں سرِ عجز و نیاز خم کر کے بڑے ہی الحاح وزاری کے ساتھ کہا کہ: اے میرے پروردگار! اگر میں پہلے مر جاؤں تو میری بیوی کو مجھ سے بہتر شوہر نصیب کرنا۔

قارئین! آپ جانتے ہیں یہ عظیم المرتبت، بلند ہمت، غیر معمولی شرف و فضیلت کی حامل، دلیر و باکباز عورت کون تھیں؟ یہ وہی خوش نصیب طاہرہ خاتون ہیں جو اولین مرحلے میں اسلام کی عظیم الشان دولت سے سرفراز ہوئیں اور جنہیں سرکار ﷺ کی مبارک رفاقت و معیت کا شرف حاصل ہوا، جنہیں ہم ''ام المومنین حضرت ام سلمہؓ'' کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

ذیل میں آپ ہی کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈال کر اپنی روشنی کا سامان بہم پہنچانے کی فکر کی گئی ہے۔

نام ونسب

آپ کا اصل نام ''ہند'' تھا؛ لیکن آپ اپنی کنیت ''اُم سلمہ'' سے مشہور ومعروف ہوئیں۔ آپ کے والدِ محترم کا نام سہیل (بعض کتبِ سیر میں سہل ہے) اور کنیت: ابوامیہ تھی۔ ابوامیہ ایک دولت مند اور بے حد فیاض آدمی تھے، ان کی سخاوت ودریادلی کی شہرت چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی، بیسیوں لوگ ان کے دسترخوان پر پلتے تھے، اگر کبھی سفر کرتے تو اپنے تمام ہمراہیوں کی خوراک اور دوسری ضروریات کی کفالت انہیں کے ذمہ ہوتی، ان فیاضیوں کی یہ دولت لوگوں نے انہیں ''زادالراکب'' کا لقب دے رکھا تھا، تمام قبائلِ قریش میں نہایت عزت واحترام کی نظروں سے دیکھے جاتے تھے۔

(تذکار صحابیات: ۱۷۰، سیر الصحابیات: ۵۲)

آپ کی والدہ محترمہ کا نام ''عاتکہ'' تھا جو خاندانِ ''فراس'' سے تعلق رکھتی تھیں۔ والد کی طرف سے آپ کا شجرۂ نسب اس طرح ہے: ہند بنتِ ابوامیہ ''سہیل'' بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم۔ اور والدہ کی طرف سے یہ ہے: عاتکہ بنت عامر بن ربیعہ بن مالک بن خزیمہ بن علقمہ بن فراس بن غنم بن مالک بن کنانہ۔

آپ کے بھائی: زبیر، مسعود، مہاجر، ابوربیع، ہشام، اسلم اور ابوعبیدہ اور ایک بہن: قریبہ تھی۔ (ازواجِ مطہرات حیات وخدمات: ۱۳۱، طبقات ابن سعد: ۸/۷۳)

ولادت

آپ کی پیدائش ۱۳ر عام الفیل یعنی بعثتِ نبوی ﷺ سے ۸ یا ۹ سال پہلے اور ہجرتِ مدینہ سے ۲۸ر سال قبل ہوئی۔

چوں کہ آپ کا سالِ وفات ۶۳ھ بتایا جاتا ہے اور عمر مبارک ۸۴ رسال، اس اعتبار سے سنِ ولادت وہی نکلتا ہے جو ہم نے اوپر ذکر کیا۔ (ازواجِ مطہرات ۲/۱۱)

بچپن

حضرت امِ سلمہؓ مکۂ مکرمہ کے معزز گھرانے کی نورِ چشم اور نہایت ناز و نعمت میں پلی بڑھی تھیں، ذہین و فطین ہونے کے ساتھ ساتھ صاحبِ بصیرت اور فطرت شناسی کی نعمت سے بھی مالا مال تھیں اور آپؓ کی پیشانی پر یہ تمام چیزیں بچپن ہی سے جھلکتی تھیں۔

قبولِ اسلام

حضرت امِ سلمہؓ اپنے پہلے شوہر کے ساتھ دائرۂ اسلام میں داخل ہوئیں۔ آپ کے شوہر کی کنیت ابو سلمہ اور اصل نام عبد اللہ بن عبد الاسد بن ہلال تھا، آنحضرت ﷺ کے رضاعی بھائی تھے اور نہایت سلیم الطبع نوجوان شمار ہوتے تھے، ان کی والدہ حضور ﷺ کی حقیقی پھوپھی حضرت برّہ تھیں۔

حضرت امِ سلمہؓ دائرۂ اسلام میں داخل ہونے والی دوسری طاہرہ خاتون ہیں، ان سے پہلے عورتوں میں صرف حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ اور ان کی بیٹیاں ایمان لائی تھیں؛ مگر ابنِ سعد، ابنِ ہشام، طبری اور دوسرے تمام سیرت نگاران کو اُن فرزندانِ توحید میں شمار کرتے ہیں جو دعوت کے ابتدائی تین سالہ خفیہ دور میں دامنِ رسالت پناہ سے وابستہ ہوئے۔ (ازواجِ مطہرات ۲/۱۲)

آپ کے اور آپ کے شوہر کے دخولِ اسلام کی خبر جب قبیلۂ قریش کو ملی تو وہ غصہ سے آگ بگولہ ہوگئے، اور ان کے قہر و غضب کی کوئی انتہا نہ رہی۔ چناں چہ قریش نے دردناک سزاؤں کا لامتناہی سلسلہ شروع کردیا، ایسی کٹھن وعبرت انگیز تکالیف دینے

لگے جو مضبوط ترین چٹانوں کو ہلا دینے کے لیے کافی تھیں؛ لیکن ان ظالمانہ سزاؤں کے سامنے انہوں نے نہ کبھی کسی ضعف و پست ہمتی کا اظہار کیا اور نہ ہی کسی قسم کے تذبذب و ہچکچاہٹ میں مبتلا ہوئے۔ (رسول اللہ ﷺ کی پاکباز بیویاں: ۳۰۹-۳۱۰)

ع دیا تھا جنہوں نے پہاڑوں کو رعشۂ سیماب

ہجرتِ حبشہ

ادھر مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہونے لگا اور اُدھر مشرکین و کفار کی سزا میں بھی بڑھوتری ہونے لگی، بالآخر نبوت کے پانچویں سال ماہِ رجب میں حضور ﷺ نے مسلمانوں کو ہجرتِ حبشہ کی اجازت دے دی کہ جو شخص اپنے دین اور جان کے بچاؤ کے لیے ہجرت کرنا چاہے وہ حبشہ چلا جائے، جہاں ایک نیک دل عیسائی بادشاہ کی حکومت ہے۔ چناں چہ رسول اللہ ﷺ کے حکم پر ۱۵ر افراد کا ایک قافلہ - جس میں چار باہمت خواتین بھی تھیں - اللہ اور اس کے رسول کی خاطر اپنا گھر بار، اپنا کاروبار اور اپنے قریب ترین رشتہ داروں کو چھوڑ کر ہجرتِ حبشہ کے لیے نامعلوم، اجنبی اور انجان علاقہ کی طرف چل پڑا اور اس طرح حضرت ام سلمہؓ اپنے خاوند کے ساتھ مکۃ المکرمہ میں اپنے عظیم الشان مکان، اپنے عالی و بلند مقام اور اپنی خاندانی شرف و عزت کو خیر آباد کہہ گئیں۔

ع یوں روانہ ہوگئے ہم باغ بہار سے

مکۂ مکرمہ واپسی اور دوسری ہجرتِ حبشہ

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ: ہمیں حبشہ میں خبر ملی کہ مکۂ معظمہ کے حالات ٹھیک ٹھاک ہوگئے ہیں، تو ہم واپس مکّہ پہنچے، وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ اطلاع غلط تھی؛ بلکہ مکّہ کے باشندے تو اور بھی زیادہ ظلم و ستم پر اتر آئے تھے، واپسی پر ہر شخص کسی نہ

کسی سردار کی حمایت و پناہ میں داخل ہوا۔ حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امِ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ابو طالب نے ۔ جو ابو سلمہ کے ماموں تھے ۔ اپنی محافظت میں لے لیا۔ اس طرح زوجین اپنے آبائی شہر پہنچ کر حضور پرنور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے؛ مگر قبیلۂ بنو مخزوم کے لوگوں کو یہ بات گوارانہ ہوئی۔

ابنِ اسحاق کا بیان ہے کہ: اس قبیلے کے لوگ جمع ہو کر ابو طالب کے پاس آئے اور کہنے لگے: تم نے اپنے بھتیجے محمد کو اپنی حمایت و محافظت میں لے رکھا ہے؛ لیکن ہمارے آدمی سے آپ کا کیا واسطہ اور کیا علاقہ و تعلق؟ اس پر ابو طالب نے جواب دیا: محمد میرا بھتیجا ہے اور ابو سلمہ میرا بھانجا، جب میں اپنے بھتیجے کو پناہ دے سکتا ہوں تو بھانجے کو کیوں نہیں؟

بنو مخزوم کے لوگوں نے ابو طالب سے جھگڑنا چاہا تو ابولہب ۔ جو اسلام کا کھلم کھلا دشمن بنا ہوا تھا ۔ ناگاہ صلہ رحمی کے جذبے سے بول اٹھا: اے بنو مخزوم! تم نے شیخ ابو طالب کے ساتھ بہت کچھ کر لیا اور تم ان پر برابر دباؤ ڈالتے جارہے ہو، خدا کی قسم! ان کو تنگ کرنے سے باز آجاؤ نہیں تو میں بھی ان کی حمایت میں کھڑا ہو جاؤں گا۔ قبیلہ بنو مخزوم کے لوگ ابولہب کے اس کلام اور لہجۂ سخن سے ہکا بکا رہ گئے اور کہنے لگے: "اے عتبہ! ہم تم کو ناراض کرنا نہیں چاہتے ہیں"۔

اس کے بعد موقع بہ موقع قریش نے ابو سلمہؓ پر ظلم و ستم ڈھانا شروع کر دیا اور ابو سلمہؓ نے جھیلنا۔ ایک مدت تک یہ سلسلہ چلتا رہا؛ یہاں تک کہ اللہ کے رسول ﷺ نے پھر حبشہ کی جانب ہجرت کرنے کا حکم فرمایا، قریش نے اس ہجرت کو روکنے کی بڑی کوشش کی، مکہ سے نکلنے والوں کو بے حد تنگ کیا اور ان کے راستے میں قسم قسم کی مشکلات اور رکاوٹیں پیدا کیں۔

ابنِ سعد کے بیان کے مطابق اس موقع پر ۸۳ر مرد اور ۱۸ر عورتیں حبشہ پہنچنے میں کامیاب ہو گئیں، ان میں حضرت امِ سلمہؓ اور ان کے خاوند ابو سلمہ بھی شامل تھے۔ یہ خوش قسمت اور قدسی صفات جوڑا دوسری مرتبہ اللہ، رسول اور دین کے خاطر سب کچھ چھوڑ چھاڑ

کر غربت واجنبیت کی زندگی اختیار کرنے پر دل وجان سے راضی ہوگیا تھا۔ مہاجرین کے اس پاکباز قافلے میں ہر خاندانِ قریش کے نوجوان شامل تھے، اسلام کے شدید ترین دشمنوں کے عزیز ترین لختِ جگر بھی اپنے وطن کو خیر باد کہہ چکے تھے۔ (امہات المؤمنین: ۴۵۳)

قیامِ حبشہ اور قریش کی سازش

سیدہ اُم سلمہؓ داستانِ ہجرت بیان کرتی ہوئی فرماتی ہیں کہ: ہم حبشہ میں قیام پذیر ہوئے غم خوار وغمگسار شاہِ حبشہ کی ہمسائیگی وہمدردی سے مشرف ہوئے اور بڑے ہی اطمینان سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہوگئے، نہ ہی کسی قسم کی ایذا رسانی ہوتی اور نہ ہی کسی قسم کی مصیبت سے دوچار ہونا پڑتا۔ جب ہمارے امن وامان کی خبر قریش کے کانوں میں پڑی تو انہوں نے باہمی مشورے سے دو سفیر بیش بہا وگراں قدر تحائف کے ساتھ بھیجے، تاکہ وہ نجاشی کی خدمت میں ہدیہ تحائف پیش کر کے ہمیں اپنے قبضے میں لے سکیں۔

ان دو سفیروں (عبداللہ بن ربیعہ المخزومی اور عمرو بن العاص بن وائل السہمی) نے اولاً حبشہ کے مذہبی رہنماؤں اور درباریوں کے ساتھ فرداً فرداً ملاقات کی اور انہیں بیش قیمت تحائف دے کر اپنا ہمنوا بنالیا اور بتایا کہ: ہمارے علاقے کے چند احمق لوگ تمہارے علاقے میں وارد ہوئے ہیں، جنہوں نے اپنے آبائی دین کو فراموش کر رکھا ہے اور تمہارے دین میں بھی داخل نہیں ہوئے؛ بلکہ انہوں نے ایک نئے دین کو اپنا رکھا ہے، جسے نہ ہم جانتے ہیں اور نہ تم، اور ہمیں سردارانِ قریش نے شاہِ حبشہ کے پاس اس لیے بھیجا ہے کہ ہم انہیں یہاں سے واپس مکۂ معظمہ لے جائیں۔ جب ہم دربارِ شاہی میں ان کا مطالبہ کریں تو آپ حاکم وقت کو یہ مشورہ دینا کہ ان لوگوں کو مکّہ واپس کر دیں اور انہیں اپنے بارے میں کچھ کہنے کا موقع نہ دیں۔ تمام مذہبی پیشواؤں نے انہیں تسلی دی کہ بے فکر رہو، ہم تمہاری ہی تائید کریں گے۔

پھر دوسرے دن دونوں قریشی نمائندوں نے دربارِ عام میں شاہِ حبشہ نجاشی کے سامنے تحائف پیش کیے اور یوں عرض کیا: بادشاہ سلامت! آپ کے ملک میں کچھ سر پھرے لوگ آ گئے ہیں جو اپنے دین سے پھر گئے ہیں اور آپ کے دین کو بھی تسلیم نہیں کرتے: بلکہ انہوں نے ایک نئے دین کو اختیار کر رکھا ہے جسے نہ ہم جانتے ہیں اور نہ ہی تم، اور ہمیں ہمارے قبیلے کے معزز لوگوں نے یہاں اس لیے بھیجا ہے کہ ہم انہیں یہاں سے لے جائیں؛ کیوں کہ ہمارے قبیلے کے سرکردہ لوگوں نے ان پر بڑی سخت نگاہ رکھی ہے، وہ خود ان سر پھرے لوگوں کو راہِ راست پر لے آئیں گے۔

سیدہ ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ: قریشی نمائندوں کی یہ کوشش تھی کہ حاکمِ حبشہ مسلمانوں کی بات ہی نہ سنے، چناں چہ جوں ہی نمائندوں نے اپنی بات مکمل کی تو مذہبی پیشوا اور درباری جو شاہِ حبشہ کے ارد گرد بیٹھے تھے بہ یک زبان بول اٹھے کہ: یہ دونوں درست کہتے ہیں، مسلمانوں کو ان کے سپرد کر دینا چاہیے، تاکہ یہ انہیں اپنی قوم کے ذمہ داروں کے حوالے کر دیں۔

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ: ان کے جواب میں نجاشی نے کہا: "بہ خدا! ایسا نہیں ہو سکتا جنہیں میں نے اپنے ملک میں پناہ دی ان کی بات سنے بغیر کیسے میں انہیں کسی کے حوالے کر دوں! میں ان سے تفتیش کروں گا کہ سفیرانِ قریش جو کچھ کہہ رہے ہیں کیا وہ واقعی سچ ہے؛ اگر وہ ہاں میں جواب دیں گے تو میں انہیں ان کے سپرد کر دوں گا، ورنہ اپنے ملک میں ان کو پورا تحفظ دوں گا"۔ (رسول اللہ ﷺ کی پاکباز بیویاں: ۳۱۵)

مسلمانوں کا جواب نجاشی کے دربار میں

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ: شاہِ حبشہ نے ہمیں بلوا بھیجا، جب نجاشی کا قاصد ہمارے پاس پہنچا تو ہم تمام نے مل کر یہ مشورہ کیا کہ ہم نجاشی کو اپنی معلومات کے مطابق سچ سچ بات بتا دیں جس کا ہمارے آقائے دو جہاں - ﷺ - نے حکم دیا ہے،

اس کے بعد جو ہوگا دیکھا جائے گا، ہم سچ کہیں گے، سچ کے سوا کچھ نہ کہیں گے۔

جب صحابہ کرامؓ دربار شاہی میں پہنچے تو وہاں پادری بھی موجود تھے جو آسمانی صحیفے کھول کر بیٹھے ہوئے تھے، شاہ حبشہ نے پوچھا: مجھے بتاؤ! آخر وہ کونسا مذہب و دین ہے جس کے خاطر تم نے اپنے آباؤاجداد کے دین کو بھی چھوڑ دیا؟

سیدنا جعفرؓ بن ابوطالب نے آگے بڑھ کر مسلمانوں کی طرف سے فرائض نمائندگی انجام دیتے ہوئے کہا: بادشاہ سلامت! ہم جاہل لوگ تھے، بتوں کے پجاری تھے، مردار کھایا کرتے تھے، بے حیائی کا ارتکاب کیا کرتے تھے، قطع رحمی کرتے تھے، ہم پڑوسی کے حقوق کو پامال کرتے تھے، ہمارا طاقتور کمزور کو کھا جاتا تھا۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے ہماری طرف ہم ہی میں سے ایک رسول بھیجا جس کے حسب ونسب، صداقت وامانت اور اس کی پاکدامنی و پاکیزگی کو ہم خوب اچھی طرح جانتے تھے، اس نے ہمیں ایک اللہ کی عبادت کرنے کی دعوت دی اور آباؤاجداد کی اور بتوں کی پرستش کرنے سے منع کیا اور اس نے ہمیں سچ بولنے، امانت ادا کرنے، صلہ رحمی اختیار کرنے، پڑوسی سے اچھا سلوک کرنے، حرام سے رکنے اور خوں ریزی سے بچنے کا حکم دیا اور بے حیا بننے، جھوٹ بولنے، یتیم کا مال کھانے اور پاکدامن عورت پر بہتان باندھنے سے منع کیا اور اس نے ہمیں حکم دیا کہ: ہم ایک اللہ کی عبادت کریں، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔

چناں چہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کی تصدیق کی اور ان پر ایمان لے آئے، اب ہم ایک اللہ کی عبادت کرتے ہیں، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے، ہم ہر اس چیز کو حرام سمجھتے ہیں جسے رسول اللہ ﷺ نے ہمارے لیے حرام رکھا، اور ہر اس چیز کو حلال سمجھتے ہیں جسے ہمارے لیے حلال کیا گیا۔ اس صورتِ حال کو دیکھ کر ہماری قوم ہم پر چڑھ بیٹھی اور ہمیں طرح طرح کی تکلیفیں دیں اور انہوں نے ہمیں اپنے دین سے برگشتہ کرنے کی بے انتہا کوششیں کیں، ساتھ ہی ساتھ ہمیں اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کی عبادت سے ہٹا کر

بتوں کی پوجا و پرستش کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔ جب ان کا ظلم و ستم حد سے بڑھ گیا تو ہم اپنے نبی ﷺ کے حکم سے آپ کے مہربان ملک میں ہجرت کر کے آ گئے اس امید کے ساتھ کہ یہاں امن و امان کے ساتھ ایک اللہ کی عبادت اور اپنے مذہبی احکام کی بجا آوری کر سکیں گے۔

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ: نجاشی نے حضرت جعفرؓ بن ابو طالب کا اثر انگیز خطاب سن کر کہا: ''کیا تمہارے پاس اس آسمانی صحیفے کا کچھ حصہ ہے جو رسولِ خدا ﷺ لے کر تشریف لائے''؟ حضرت جعفرؓ نے کہا: ''ہاں''! نجاشی نے کہا: ''مجھے پڑھ کر سنائیں''۔ حضرت جعفرؓ نے سورۂ مریم کے شروع کی چند آیات نہایت دل نشین لہجے میں تلاوت کی۔ آیاتِ کلام اللہ سنتے ہی نجاشی کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور تمام پادری وارکانِ دربار بھی زار و قطار رونے لگے، یہاں تک کہ ان کے سامنے رکھے ہوئے صحیفے آنسوؤں سے تر ہو گئے۔ اس کے بعد نجاشی نے قریشی نمائندوں سے کہا: ''تم لوگ واپس چلے جاؤ، بہ خدا! میں ان لوگوں کو تمہارے حوالے ہرگز نہیں کروں گا''۔

دوسری پیشی

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ: عبداللہ ابن ابو ربیعہ ہمارے معاملے میں کچھ نرم تھا اور اس کی خواہش تھی کہ ہم بچ جائیں؛ مگر عمرو بن عاص کا رویّہ بڑا سخت تھا، اس نے کہا کہ: میں کل نجاشی کے سامنے ایک ایسی بات کہوں گا جو ان مہاجرین کی جڑیں کاٹ کر رکھ دے گی۔ اس پر عبداللہ بن ابو ربیعہ نے کہا: ''ایسا نہ کرو، یہ لوگ ہمارے مخالف سہی مگر ہیں تو ہمارے بھائی بند، اور ان کا کچھ حق ہم پر بھی ہے''۔ عمرو نے اس کی کوئی بات نہ سنی اور اگلے روز نجاشی سے جا کر کہا کہ: ذرا ان مہاجرین سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق تو دریافت کیجیے، یہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں

ایک بہت بری بات کہتے ہیں، ان کو 'خدا کا بندہ' قرار دیتے ہیں۔

نجاشی نے مہاجرین کو پھر بلا بھیجا، مہاجرین کو عمرو بن عاص کی شرارت کا پہلے ہی علم ہو گیا تھا، اس لیے مشورہ کیا گیا کہ: اگر بادشاہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں سوال کرے تو اس کا کیا جواب دیا جائے؟ آخر کار اصحاب رسول اللہ نے یہی طے کیا کہ کچھ بھی ہو وہی بات کہی جائے جو اللہ نے بتائی اور اس کے رسول نے سکھائی ہے۔

مسلمان نجاشی کے دربار میں پہنچے تو نجاشی نے ان کے سامنے عمرو بن عاص کا سوال دہرایا، اس پر حضرت جعفرؓ نے آگے بڑھ کر جواب دیا کہ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور رسول ہیں اور اس کی طرف سے ایک روح ہیں جسے اللہ نے کنواری مریم پر القا کیا تھا۔ یہ جواب سن کر نجاشی نے زمین سے ایک تنکا اٹھا کر کہا: خدا کی قسم! جو کچھ تم نے کہا ہے عیسیٰ اس سے ایک تنکے کے برابر بھی زیادہ نہیں تھے۔

نجاشی کی یہ بات سن کر دربار میں موجود پادری بگڑے۔ مگر اس نے کہا: تم چاہے بگڑو، مگر حقیقت میں بات یہی ہے۔

اس کے بعد نجاشی نے مسلمانوں کو مخاطب کر کے کہا: جاؤ میری زمین میں امن سے رہو جو تمہیں برا کہے گا وہ سزا پائے گا، اگر مجھے سونے کا پہاڑ بھی مل جائے تو اس کے بدلے میں تمہیں ستانا پسند نہیں کروں گا۔

شاہِ حبشہ نجاشی نے اس کے بعد حکم دیا کہ: ان دونوں سفیروں کے ہدیے انہیں واپس کر دیے جائیں، مجھے ان کی ضرورت نہیں، اللہ نے جب میرا ملک مجھے واپس دلوایا تھا تو کوئی رشوت نہیں لی تھی جو آج میں اللہ کے معاملے میں رشوت لوں۔

سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ: ان کے تحائف لوٹا دیے گئے اور وہ نمائندے دربارِ شاہی سے ذلیل و خوار ہو کر نکلے اور ہمیں نجاشی کی صورت میں بہترین معین و مددگار حاصل ہوا۔ قیامِ حبشہ کے دوران ہی آپ کے ہاں حضرت سلمہؓ کی

ولادت ہوئی جن کے نام پر میاں بیوی کی کنیت ''ابوسلمہ وام سلمہ'' پڑی جو اتنی مشہور ہوئی کہ اصل نام نسیاً منسیاً ہوگیا۔ (ازواجِ مطہرات: ۲/۱۹-۲۱)

ابن اسحاق کی روایت کے مطابق ایک عرصہ کے بعد میاں بیوی مکہ واپس آئے۔

داستانِ ہجرتِ مدینہ

یہ حضرت ام سلمہؓ کی خصوصیت ہے کہ دوسری تاریخ ساز بیعتِ عقبہ کے بعد سب سے پہلے قریش کے قبیلۂ بنومخزوم میں سے آپؓ اور آپؓ کے شوہر ابوسلمہؓ نے مدینۂ منورہ کی طرف ہجرت کا آغاز کیا۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہجرت کی دردناک داستان کچھ اس طرح بیان کرتی ہیں کہ:

جب میرے سرتاج ابوسلمہ مدینہ جانے لگے تو میں بھی اپنے شیرخوار لختِ جگر سلمہ کو لے کر ان کے ساتھ ہوگئی، وہ ہمیں اونٹ پر بٹھا کر اس کی نکیل تھامے ہوئے چل پڑے۔ میری قوم بنومغیرہ کے لوگوں نے ہمیں جاتے ہوئے دیکھ لیا، وہ دوڑے ہوئے آئے اور راستہ روک کر کھڑے ہوگئے اور کہنے لگے: اے ابوسلمہ! تم ہمارے قابو سے باہر ہوگئے ہو، تمہارا جہاں جی چاہے جاؤ، ہم اپنی بیٹی کو تمہارے ساتھ ماری ماری پھرنے کے لیے نہیں چھوڑ سکتے۔ یہ کہہ کر انہوں نے اونٹ کی نکیل ابوسلمہؓ سے چھین لی اور مجھے واپس لے چلے۔ اتنے میں ابوسلمہؓ کے خاندان کے لوگ بھی پہنچ گئے، انہوں نے دیکھا تو وہ بھی جوش میں آگئے اور کہا: جب تم نے اپنی لڑکی کو ہمارے آدمی سے چھین لیا تو ہم اپنے بچے سلمہ کو کیوں کر تمہارے پاس رہنے دیں اور کہا: سلمہ ہمارا بیٹا ہے، وہ ہمارے ساتھ رہے گا۔ اور انہوں نے آگے بڑھ کر میرے سکونِ دل، ننھے منے راج دلارے کو مجھ سے چھین لیا۔ اس کھینچا تانی میں اس کا ہاتھ بھی اُتر گیا، مجھے میری برادری کے لوگ اپنے ساتھ لے گئے اور میرے بیٹے کو ابوسلمہؓ کی برادری کے لوگ۔

ع یوں جدا ہو گئے ہم اپنے عیال سے

حضرت ابوسلمہ بیوی اور بیٹے کو چھوڑ کر اکیلے ہی مدینہ منورہ کی جانب چل دیے۔

سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ: پل بھر میں ہمارے درمیان جدائی ہوگئی، اس کے بعد میرا یہ معمول بن گیا کہ میں روزانہ صبح سویرے "ابطح" چلی جاتی اور سارا دن ٹیلے پر بیٹھ کر گریہ وزاری کرتی رہتی۔

جدا ہو کے بھی تو مجھ میں کہیں باقی ہے
پلکوں میں بن کے آنسو تیری یاد آتی ہے

یہاں تک کہ ایک سال گذر گیا۔

ایک دن بنومغیرہ کے ایک شخص نے مجھے دیکھا اور اسے میرے حال پر ترس آ گیا، چناں چہ اس نے میری برادری کے ذمہ داروں سے کہا کہ: کیوں اس بے چاری پر اس قدر ظلم ڈھار ہے ہو؟ کیا اس کی جان لینا چاہتے ہو؟ یہ رورو کر نڈھال ہوگئی ہے، اے بنو مغیرہ! بخدا! ہمارا قبیلہ بڑا شریف اور شجاع ہے جو عدل ورحم کو دوست بنائے رکھتا ہے۔ اس نیک دل کی بات پر انہیں ترس آ گیا، انہوں نے مجھ سے کہا: تم جاسکتی ہو، ہماری طرف سے تمہیں اجازت ہے۔ ان کی دیکھا دیکھی بنوعبدالاسد نے بھی مجھے میرا بیٹا لوٹا دیا۔

میں اپنے لختِ جگر کے ساتھ اونٹ پر سوار ہوئی اور تنِ تنہا مدینہ کی جانب چل پڑی، یہاں تک کہ میں مقام "تنعیم" پہنچ گئی، وہاں بنوعبدالدار کے باوقار شخص کلید بردار کعبہ عثمان بن طلحہ نے مجھ کو دیکھ لیا، وہ میرے پاس آئے اور کہنے لگے: ابوامیہ کی بیٹی! کہاں کا ارادہ ہے؟ میں نے کہا: مدینۂ منورہ اپنے خاوند کے پاس جارہی ہوں، انہوں نے کہا: تمہارے ساتھ کوئی ہے؟ میں نے کہا: یہ میرا بیٹا ہے اور میرا اللہ ہے۔ یہ سن کر انہوں نے میرے اونٹ کی نکیل پکڑ لی اور کہنے لگے کہ: خدا کی قسم! میں تمہیں مدینۂ منورہ پہنچا کر ہی دم لوں گا۔ چناں چہ وہ پورا راستہ اونٹ کی نکیل تھامے چلتے رہے، جب کہیں پڑاؤ

ہوتا تو وہ کسی درخت کی اوٹ میں ہو جاتے اور چلتے وقت اونٹ تیار کر کے لے آتے۔ غرض یوں ہی چلتے چلاتے ہم قبا کی بستی کے قریب پہنچ گئے تو عثمان بن طلحہ نے مجھ سے کہا کہ: تمہارے خاوند ابوسلمہؓ اسی بستی میں رہائش پذیر ہیں، تم ان کے پاس چلی جاؤ، اللہ تمہیں برکت دے۔ سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ: میں نے عثمان بن طلحہ جیسا معزز، شریف الطبع اور ساتھ دینے والا آدمی نہیں دیکھا۔

ع ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہیں جسے

یاد رہے کہ عثمان بن طلحہ اُس وقت تک کافر تھے، صلح حدیبیہ کے موقع سے انہوں نے اسلام قبول کیا۔

حضرت اُم سلمہؓ مدینہ میں

سیدہ اُم سلمہؓ جب قبا پہنچیں تو لوگ ان کی حال پرسی کرتے تھے اور جب یہ اپنے والد کا نام بتاتیں تو کوئی یقین نہیں کرتا تھا (یہ حیرت ان کے تنہا سفر کرنے پر تھی؛ کیوں کہ شرفا کی عورتیں اس طرح باہر نکلنے کی ہمت و جرأت نہیں کرتی تھیں) اور سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مجبوراً صبر بہ لب تھیں؛ لیکن جب کچھ لوگ حج کے ارادے سے روانہ ہوئے اور انہوں نے اپنے گھر خط بھجوایا تو اُس وقت لوگوں کو یقین ہوا کہ وہ واقعی ابوامیہ کی بیٹی ہے۔ ابوامیہ قریش کے نہایت مشہور و معزز شخص تھے، اس لیے حضرت اُم سلمہؓ بڑی وقعت کی نظر سے دیکھی گئیں۔ (زندگیاں صحابہ کی: ۶۸)

حضرت ابوسلمہؓ کی وفات

زندگانی تھی تری مہتاب سے تابندہ تر
خوب تھا صبح کے تارے سے بھی تیرا سفر

سیدنا ابوسلمہؓ وہ شیرِ خدا ہیں جو ابتدا ہی سے باطل پرستوں کے لیے ایک ایسی تلوار

تھے جس کی چمک ان کے درمیان کھلبلی مچادیتی تھی، چناں چہ حق و باطل کے پہلے معرکے میں انہوں نے شجاعت و بہادری کے وہ جوہر دکھلائے کہ باطل کے پاؤں بھی میدانِ کارزار سے اکھڑ گئے۔ یوں ہی یہ مجاہدِ اعظم جنگِ احد میں بھی کفار کی صفوں کو چاک کرتا ہوا نظر آیا؛ لیکن ابواسامہ جشمی کے ایک زہر لیے تیر سے ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بازو سخت زخمی ہوگیا، زخم کاری تھا، ایک مہینے تک زیرِ علاج رہے، بظاہر زخم درست و بہتر ہوگیا تھا؛ لیکن اندرونی زخم باقی تھا۔

ہجرت کے اڑھائی سال بعد آپ ﷺ نے انہیں ایک لشکر کا سپہ سالار مقرر کر کے بنواسد کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا، جب وہاں سے کامیاب و بامراد ہوکر ۲۹ روز کے بعد ۱۸ صفر کو مدینہ منورہ پہنچے تو وہ زخم کھل گیا اور اب کے وہ جاں بر نہ ہو سکے اور چند دن بیمار رہ کر جمادی الاخریٰ ۴ھ کو یہ بطلِ جلیل نقدِ جاں ہار گیا "إنا للہ وإنا إلیہ راجعون"، آخری وقت وہ یہ دعا کر رہے تھے: الٰہی! میرے کنبے کی اچھی طرح نگہداشت فرمانا۔ (طبقات ابن سعد: ۲۷۷/۸)

کوہِ غم

سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ: حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوجانے پر میں رنج و غم میں ڈوب گئی اور میں نے اپنے جی میں کہا کہ: وہ پردیس میں تھے جہاں ان کا خاندان نہیں ہے؛ لہٰذا میں ان پر ایسا رونا روؤں گی کہ لوگ یاد رکھیں گے، میں نے اس کے لیے تیاری بھی مکمل کرلی تھی کہ اسی اثنا میں ایک عورت آئی جو رونے میں میرا ساتھ دینا چاہتی تھی، مگر راستے میں اسے حضور انور ﷺ ملے اور آپ کو اس عورت کے ارادے کی خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: کیا تو یہ چاہتی ہے کہ پھر شیطان کو اس گھر میں داخل کردے جس سے خداوندِ قدوس نے اسے نکال دیا ہے،

(مطلب یہ تھا کہ اسلام میں اس قسم کے کاموں کی کوئی گنجائش نہیں ہے) حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ: حضورِ انور ﷺ کے مذکورہ فرمان کا مجھے علم ہوا تو میں نے رونے کا ارادہ ترک کردیا۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ان کی وفات سے سخت صدمہ پہنچا، بار بار بے ساختہ منہ سے نکل جاتا تھا: ہائے ہائے! غربت میں کیسی موت آئی ہے۔ (تذکار صحابیات: ۶۷)

حضور ﷺ کی آمد، دعا اور نمازِ جنازہ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ: جب میرے شوہر ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوت ہوگئے تو میں رسول اللہ ﷺ کے پاس گئی اور اطلاعاً عرض کیا کہ: ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوت ہوگئے ہیں، یہ سن کر رسول اللہ ﷺ تشریف لائے، ابوسلمہ کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں، آپ نے آنکھوں کو بند کردیا۔ پھر ارشاد فرمایا کہ: جب انسان کی روح قبض کی جاتی ہے تو نگاہ اس کا پیچھا کرتی ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے یہ کہا تو اہلِ خانہ دھاڑیں مار مار رونے لگے، آپؐ نے اہلِ خانہ سے کہا: خیر و بھلائی کی دعا مانگو جو تم کہو گے فرشتے اس پر "آمین" کہیں گے۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے دعا مانگی: "اللھم اغفر لأبي سلمة وارفع درجته في المهديين واخلفه في عقبه في الغابرين واغفر لنا وله يا رب العالمين وافسح له في قبره ونور له فيه". ترجمہ: اے اللہ! ابوسلمہ کی مغفرت فرما، ہدایت یافتہ افراد میں اس کا درجہ بلند فرما اور اس کے پسماندگان کو کوئی اچھا جانشین عنایت فرما، ہماری اور اس کی مغفرت فرما، اس کی قبر کو کشادہ اور منور فرما۔

ان کی نمازِ جنازہ خود حضور ﷺ نے پڑھائی، نمازِ جنازہ پڑھاتے وقت حضور ﷺ نے نو تکبیریں کہیں، کسی نے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ نے نو تکبیریں کیوں کہیں؟ ارشاد

فرمایا: ابوسلمہ تو ہزار تکبیروں کے مستحق تھے۔ (تذکار صحابیات ص ۷۰)

پیغامِ نکاح

روایت میں ہے کہ جب رسولِ کریم ﷺ تعزیت کے لیے ابوسلمہؓ کے وہاں تشریف لے گئے تو آپ نے ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو تلقین کی کہ اے ام سلمہ! ابوسلمہ کے حق میں دعائے خیر مانگو اور اللہ سے التجا کرو کہ وہ تمہیں ابوسلمہ سے بہتر جانشین عطا کرے۔ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ: میرے دل میں خیال آیا کہ ابوسلمہؓ سے بہتر شوہر کون ہوسکتا ہے؟

ابوسلمہؓ کی وفات کے وقت حضرت ام سلمہؓ حاملہ تھیں، وضع حمل کے بعد عدت گذر گئی تو حاطب بن ابی بلتعہ (اور بعض روایات میں حضرت عمرؓ کا ذکر ہے) آنحضرت ﷺ کا پیغام لے کر پہنچے، حضرت ام سلمہؓ نے کہا: مجھے چند عذر ہیں: (۱) میرا سن (عمر) زیادہ ہے۔ (۲) صاحبِ عیال ہوں۔ (۳) میں سخت غیور عورت ہوں۔ سیدہ کے اس پیغام کے جواب میں حضور ﷺ نے فرمایا: جہاں تک عمر کا تعلق ہے تو یہ کوئی بات نہیں، میں تم سے زیادہ بڑا ہوں، دوسری بات یتیم بچوں کی تو میں خود ان کی کفالت کروں گا، رہ گئی غیرت تو یہ اہم بات ہے، میں اللہ سے دعا کروں گا کہ تمہارے دل سے یہ غیرت ختم ہوجائے۔ (ازواجِ مطہرات ۲/ ۲۹)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اب کیا عذر ہوسکتا تھا۔

حضرت ام سلمہؓ حرمِ نبوت میں

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ: چند دن کے بعد میں کیا دیکھتی ہوں کہ رسول اللہ ﷺ میرے گھر کے دروازے پر تشریف لائے اور میرے ولی سے شادی کی بات کی، پھر تشریف

لے گئے، دوسرے اور تیسرے دن بھی آپ ﷺ تشریف لائے، میں اس دوران سوچتی رہی کہ کیا فیصلہ کروں؟ تیسرے دن جب آپ تشریف لے گئے تو میں نے اپنے ولی کے سامنے نکاح کے لیے منظوری ظاہر کی کہ: اگر اب حضور تشریف لائیں تو آپ ہاں کردیں۔ بعدۂ آپ تشریف لائے اور میں آپ کے ساتھ رشتۂ زوجیت میں منسلک ہوگئی۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ: مجھے اس موقع سے ابوسلمہؓ سے کیا ہوا عہد اور ان کی کہی ہوئی بات بھی یاد آئی (جس کا ذکر ہم مقالہ کے بالکل ابتدائی حصہ میں کرچکے ہیں)

ابن سعد کا بیان ہے کہ حضرت ابوسلمہؓ کی وفات کے کچھ عرصے بعد حضرت ابوبکرؓ صدیق نے بھی سیدہ امِ سلمہؓ کی کس مپری کے خیال سے نکاح کا پیغام بھیجا تھا؛ لیکن انہوں نے انکار کردیا۔

نبی کریم ﷺ نے سیدہ ام سلمہؓ سے حضرت زینب بنتِ خزیمہؓ کے ایک سال بعد شادی کی۔ یہ شادی شوال ۴ھ کی اخیر تاریخوں میں ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مہر میں ایک خرمے کی چھال سے بھرا ہوا چرمی تکیہ، ایک پیالہ، ایک منکا، ایک پلیٹ، دو مشکیزے اور دو چکیاں عنایت فرمائیں۔

(سیرۃ المصطفیٰ ۳/۳۰۶)

مصیبت پر صبر کا انعام

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص مصیبت، رنج اور صدمہ کے وقت "إنا لله وإنا إليه راجعون" پڑھ کر یہ دعا: "اللهم آجرني في مصيبتي هذه وعوضني خيرا منها" (اے اللہ! میری اس مصیبت، رنج اور صبر کا مجھے اجر و ثواب عطا فرما اور میری جو چیز چلی

گئی ہے اس کا نعم البدل عطا فرما) مانگے تو اللہ تعالیٰ اسے ضرور صلہ عطا فرمائیں گے۔
حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ: ابوسلمہؓ کی وفات پر میں نے حضور ﷺ کے حکم کے مطابق یہ کلمات کہہ کر دعا مانگی تو اللہ نے مجھے بصورتِ حضور ابوسلمہ کا نعم البدل عطا کیا۔

درد جب تلخیٔ حالات میں ڈھل جاتا ہے
اک دیا دل کے لیے اور بھی جل جاتا ہے

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موت سے جو شدید صدمہ ہوا تھا، خداوند قدوس نے اس کو ابدی مسرت سے تبدیل کر دیا۔

سنن ابن ماجہ میں ہے: "فلما توفي أبو سلمة ذكرت الذي كان حدثني فقلت فلما أردت أن أقول اللهم عوضني خيرا منه قلت في نفسي أعاض خيرا من أبي سلمة ثم قلتها فعاضني الله محمد ﷺ"۔

ترجمہ: جب ابوسلمہؓ نے وفات پائی تو مجھے وہ حدیث یاد تھی جس کو وہ مجھ سے بیان کیا کرتے تھے، چناں چہ میں نے دعا شروع کی، جب میں یہ کہنا چاہتی کہ خداوندا! مجھے ابوسلمہ سے بہتر جانشین عطا فرما، تو دل کہتا کہ: ابوسلمہ سے بہتر کون مل سکتا ہے؟ لیکن میں نے دعا کو پڑھنا شروع کیا تو ابوسلمہ کے جانشین آنحضرت ﷺ ثابت ہوئے۔

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ: اللہ نے حضرت محمد ﷺ کی صورت میں مجھے جو نعم البدل عطا فرمایا ہے وہ ابوسلمہ سے بہ ہر جہت افضل و بہتر ہے۔ (سیر الصحابیات ۵۹)

جس کے چرچے اپنوں میں

جب حضرت ام سلمہؓ بیاہ کر کاشانۂ اطہر میں آئیں تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو تردد ہوا کہ ان کی وجہ سے آپ کی نگاہِ اقدس میں کہیں میرا مرتبہ گھٹ نہ جائے، چناں چہ وہ خود فرماتی ہیں کہ: آپ نے جب ام سلمہ سے نکاح کیا تو میں نہایت غمگین

ہوئی، اس لیے کہ میں نے ان کے حسن و جمال کی بڑی شہرت سن رکھی تھی، چناں چہ میں نے موقع تلاش کر کے انہیں دیکھا تو جتنی شہرت سنی تھی اس سے بدر جہا فائق پایا۔ میں نے حضرت حفصہ کے سامنے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا: نہیں وہ اتنی خوبصورت نہیں جتنا تم سمجھتی ہو، ہاں! خوبصورت ضرور ہیں، چناں چہ ان کے کہنے کے بعد جب میں نے دوبارہ دیکھا تو انہیں کی بات درست نظر آئی۔

شرم وحیا

سیدہ ام سلمہؓ بہت حیادار اور شرمیلے مزاج کی خاتون تھیں، ابتداء جب حضور اکرم ﷺ مکان پر تشریف لاتے تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرطِ حیا سے دختر زینب کو گود میں بٹھالیتیں، آپ ﷺ یہ دیکھ کر واپس لوٹ جاتے۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو (جو سیدہ ام سلمہؓ کے رضاعی بھائی تھے) معلوم ہوا تو سخت ناراض وبرہم ہوئے اور لڑکی چھین کر لے گئے، رفتہ رفتہ یہ شرمیلا پن ختم ہو گیا اور آپ نے دیگر ازواج کی طرح رہنا شروع کر دیا، بعد میں تعلقات اور بڑھ گئے۔

پہلے ہی دن کھانا پکانا

حضرت ام سلمہؓ کے واقعاتِ نکاح میں یہ واقعہ خصوصیت سے مذکور ہے کہ جس دن بیاہ کر لائی گئیں اسی دن اپنے ہاتھ سے کھانا پکایا۔ (سیر الصحابیات: ۶۵)

سیدہ ام سلمہؓ خود فرماتی ہیں کہ: جب میری شادی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہو گئی تو آپ نے مجھے اُمّ المساکین سیدہ زینب بنتِ خزیمہ کے گھر ٹھہرایا، وہ وفات پا چکی تھی، میں نے ایک یمنی چادر میں دیکھا کہ اس میں جَو پڑے ہوئے ہیں، وہاں گھر میں ایک چکی، ایک پتھر کی کونڈی اور ایک مٹی کی ہنڈیا پڑی ہوئی تھی، ہنڈیا میں مجھے گھی دکھائی دیا،

میں نے جَو کی پسائی کی، پھر اسے ہنڈیا میں پکایا، گھی کے ذریعہ سالن تیار کیا اور یہ کھانا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ (رسول اللہ ﷺ کی پاکباز بیویاں ۳۴۳)

شادی کے اسباب واثرات

نبی کریم ﷺ کی سیدہ ام سلمہؓ سے شادی کے مختلف اسباب ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں:

(۱) شادی کا پہلا سبب تو یہ تھا کہ سیدہ ام سلمہؓ اور ان کے خاوند سیدہ ابوسلمہؓ ابتدائی مرحلے میں مسلمان ہوگئے، اور دونوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ جب سیدنا ابوسلمہؓ وفات پاگئے تو سیدہ ام سلمہؓ بہت زیادہ افسردہ ہوئی، ان کی تالیفِ قلب کے لیے رسول اللہ ﷺ نے ان سے شادی کر کے انہیں ''ام المومنین'' کے اعلیٰ مقام پر فائز کر دیا۔

(۲) سیدہ ام سلمہؓ کے ساتھ شادی کا دوسرا سبب یہ تھا کہ ان کے پہلے خاوند ابوسلمہؓ نبیٔ کریم ﷺ کی پھوپھی کے بیٹے تھے، اور آپ ﷺ کے رضاعی بھائی بھی، ان کے چھوٹے چھوٹے بچے تھے، ان کی کفالت اور تربیت کے لیے رسول اللہ ﷺ نے بچوں کی والدہ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنے حبالۂ عقد میں لے لیا۔

(۳) شادی کا تیسرا سبب یہ تھا کہ سیدہ ام سلمہؓ کی قوم بنو مخزوم کو اسلام کی دعوت دینے کے لیے یہ رشتہ نہایت کار آمد تھا۔

(۴) شادی کا چوتھا سبب یہ تھا کہ سیدہ ام سلمہؓ بڑی عقل مند، زود فہم اور درست رائے رکھنے والی خاتون تھیں۔

یہ شادی مسلمانوں کے لیے اس حوالے سے بڑی سود مند ثابت ہوئی کہ سیدہ ام سلمہؓ نے نبی کریم ﷺ سے بہت سی احادیث روایت کرنے کا شرف حاصل کیا، اس طرح

اسلام کے بیشتر احکام کو امت تک پہنچانے کا ذریعہ بنیں۔ (رسول اللہ ﷺ کی پاکباز بیویاں: ۳۲۸)

ابوبکر بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے سیدہ ام سلمہؓ کے یہاں تین دن قیام کیا اور تشریف لے جانے لگے تو سیدہ ام سلمہؓ نے آپ کا دامن پکڑ لیا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ: آپ چاہیں تو میں سات دن یہاں ٹھہر جاؤں؛ لیکن پھر دوسری بیویوں کے یہاں بھی سات دن ٹھہرنا ہوگا، اور یہی عدل وانصاف کا تقاضا ہے، میں کسی اکتاہٹ و بےچینی کی وجہ سے نہیں جا رہا ہوں، سیدہ ام سلمہؓ نے تین دن کو تجویز کیا تاکہ جلد از جلد گھر میں آپ کی تشریف آوری ہو سکے۔ (ازواجِ مطہرات حیات وخدمات: ۱۳۸)

بعض ازواجِ مطہراتؓ کی ترجمانی

ازواجِ مطہراتؓ کی دو ٹولیاں تھیں، پہلی ٹولی کی حضرت عائشہؓ سرگروہ تھیں اور حضرت حفصہؓ، سودہ اور صفیہؓ ارکان اور دوسری کی سرگروہ حضرت ام سلمہ تھیں، اور بقیہ ازواج ارکان تھیں۔

بہرحال دربارِ نبوت میں آپ کو نہایت عظمت و پذیرائی حاصل تھی، جس کا اندازہ اُس واقعے سے لگایا جا سکتا ہے جس کو اُمّ المؤمنین حضرت عائشہؓ نے بیان کیا ہے، فرماتی ہیں کہ: میری سوکنیں ام سلمہ کے ہاں جمع ہوئیں اور ان سے کہا: اے ام سلمہ! حضور ﷺ کے یہاں ہدایا وغیرہ بھیجنے میں لوگ عائشہ صدیقہ کی باری کا لحاظ کرتے ہیں، حالاں کہ ان ہی کی طرح ہم بھی خیر و توجہ کی طالب ہیں، تو جاؤ! تم حضور ﷺ سے یہ درخواست کرو کہ آپ لوگوں کو یہ حکم دے دیں کہ لوگ ہدایا بھیجنے میں اس کا خیال رکھیں کہ ہر بیوی کے پاس رہنے کی حالت میں بھیجیں۔

حضرت ام سلمہؓ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئیں اور چند مرتبہ یہ عرضداشت رکھی، پہلی دوسری مرتبہ تو آپ خاموش رہے؛ مگر تیسری مرتبہ آپ ﷺ نے فرمایا: ام سلمہ!

عائشہ کے بارے میں مجھے دق نہ کیا کرو اور اذیت نہ پہنچاؤ، بہ خدا! عائشہ کے علاوہ تم میں کوئی ایسی نہیں ہے جس کے لحاف میں میرے پاس وحی آئی ہو۔ آپ ﷺ کا یہ ارشاد سنتے ہی سیدہ ام سلمہؓ نے فوراً توبہ کی اور کہا: میں اللہ عز وجل کی پناہ طلب کرتی ہوں اس بات سے کہ آپ کو اذیت پہنچاؤں۔

سیدہ کا حجرہ اور سامانِ گذر بسر

ابن سعد نے طبقات میں حضرت ام سلمہؓ کے اُس حجرۂ شریفہ کی تفصیلات بیان کی ہیں جس میں آپ قیام پذیر تھیں، روایات کے مطابق حجرے کی دیواریں کچی اینٹوں کی تھیں اور کھجوروں کی شاخوں سے اس کی چھت تیار کی گئی تھی، دروازے پر سیاہ رنگ کا ٹاٹ پڑا رہتا تھا جس کی لمبائی تقریباً پانچ فٹ اور چوڑائی دو فٹ تھی۔

خلیفہ ولید بن عبدالملک کے زمانے میں گورنر مدینہ کو ان حجروں کو منہدم کر کے ان کی جگہ مسجد نبوی میں شامل کرنے کا حکم ہوا، جب ان حجروں کو مسمار کیا جانے لگا تو اہل مدینہ زار وقطار رونے لگے، اور اسی دن سید التابعین سعید بن المسیب کو یہ کہتے سنا گیا: کاش! یہ لوگ ان حجروں کو اپنی اصلی حالت پر چھوڑ دیتے؛ تاکہ آنے والی نسلیں دیکھ سکتیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی میں کس چیز پر کفایت کی اور ان حجروں کا وجود لوگوں میں بہ کثرت مال جمع کرنے اور آپس میں فخر کرنے سے نفرت پیدا کرتا۔

حضرت ام سلمہؓ کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ: رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہماری گذر اوقات اکثر ان دودھ دینے والی اونٹنیوں پر تھی جو غابہ کی چراگاہ میں چرا کرتی تھیں، آپ نے ان کو اپنی بیویوں میں تقسیم فرما رکھا تھا، میرے حصے کی اونٹنی کا نام ''عریس'' تھا، ہم لوگ اس کے دودھ پر زندگی بسر کرتے تھے اور جتنا دودھ چاہتے لے سکتے تھے۔

(ازواجِ مطہرات وصحابیات کا انسائیکلو پیڈیا:۱۷۱)

ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خوش خبری

حضرت ابولبابہ انصاری ایک سادہ دل آدمی تھے، غزوۂ احزاب کے بعد حضور ﷺ نے بنو قریظہ کے شریر اور بدعہد یہودیوں کا محاصرہ کیا تو آپ ﷺ نے حضرت ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان سے گفتگو کے لیے بھیجا، دورانِ گفتگو ان سے ایک ایسا اشارہ ہوگیا جس سے مترشح ہوتا تھا کہ حضور ﷺ یہودیوں کے قتل کا ارادہ رکھتے ہیں۔ لیکن اس کے معاً حضرت ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو احساس ہوا کہ انہوں نے مسلمانوں کا راز فاش کردیا۔ چناں چہ غلطی کی تلافی کے لیے انہوں نے اپنے آپ کو مسجدِ نبوی کے ستون سے باندھ دیا اور توبہ و استغفار میں مشغول ہوگئے۔ چوں کہ انہوں نے اپنا معاملہ براہِ راست اللہ تعالیٰ کے حوالے کیا تھا، اس لیے حضور ﷺ نے بھی ان کو اس طرح بندھا ہوا چھوڑ دیا، صرف ضروریاتِ شرعی و بشری کے لیے کھولے جاتے اور پھر دوبارہ باندھ دیے جاتے۔ چند دن بعد کا واقعہ ہے کہ حضور ﷺ سیدہ ام سلمہؓ کے گھر تشریف فرما تھے، صبح اٹھے تو مسکرائے اور فرمایا: آج ابولبابہ کی توبہ قبول ہوگئی۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بھی بے حد مسرت ہوئی اور کہا: یارسول اللہ! اجازت ہو تو ابولبابہ کو خوش خبری سنادوں، فرمایا: ہاں! اگر چاہو تو سنادو۔ حضرت ام سلمہؓ نے اپنے حجرے کے دروازے پر کھڑے ہو کر آواز لگائی: ''ابولبابہ! مبارک ہو تمہاری توبہ قبول ہوگئی''۔ حضرت ابولبابہؓ یہ سن کر سجدۂ شکر بجالائے اور دوسرے صحابۂ کرامؓ میں بھی یہ خبر آناً فاناً پھیل گئی، انہوں نے بھی حضرت ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مبارک باد دی۔ (تذکارِ صحابیات: ۷۶)

حضرت جبرئیل علیہ السلام کی زیارت بہ صورتِ دحیہ کلبی

ایک مرتبہ حضرت ام سلمہؓ آپ کے پاس بیٹھی تھیں، حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے

اور باتیں کرتے رہے، پھران کے جانے کے بعد آپ نے پوچھا: تم ان کو جانتی تھیں کہ یہ کون تھے؟ بولیں: دحیہ تھے؛ لیکن جب آپ ﷺ نے اس واقعہ کو دوسرے اصحاب سے بیان کیا تو معلوم ہوا کہ وہ جبرئیل امین تھے۔ (سیر الصحابیات: ۷۰)

معتمر بن سلیمان ابو عثمان النہدی کہتے ہیں کہ: مجھے یہ اطلاع دی گئی کہ سیدنا جبرئیل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کے پاس تشریف لائے ہیں جب کہ نبی کریم ﷺ کے پاس اُم المؤمنین سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی موجود تھیں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کے ساتھ باتیں کرنے لگے، پھر اٹھ کھڑے ہوئے، نبی کریم ﷺ نے حضرت اُم سلمہؓ سے پوچھا: یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا: یہ دحیہ کلبی ہیں۔

سیدہ اُم سلمہؓ فرماتی ہیں کہ: اللہ کی قسم! میں نے یہی سمجھا کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابی دحیہ کلبی آپ ﷺ سے محوِ گفتگو ہیں؛ لیکن جب میں نے نبی کریم ﷺ کا خطبہ سنا اس میں آپ نے فرمایا کہ: مجھے یہ باتیں جبرئیل علیہ السلام نے بتائی ہیں، تو میں سن کر حیران رہ گئی، جسے میں نے دحیہ کلبی سمجھا وہ دراصل جبرئیل علیہ السلام تھے۔

علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ: اس حدیث سے سیدہ اُم سلمہؓ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ (رسول اللہ ﷺ کی پاکباز بیویاں: ۳۳۳)

نزولِ حجاب

اسی سال آیتِ حجاب نازل ہوئی، اس سے پہلے ازواجِ مطہراتؓ اعزہ و اقارب کے روبرو آجایا کرتی تھیں؛ لیکن اب خاص خاص کے سوا تمام سے پردہ کرنے کا حکم ہوا۔ حضرت ابن اُمِ مکتومؓ قبیلۂ قریش کے ایک معزز صحابی اور دربارِ رسالت کے مؤذن تھے، چوں کہ نابینا تھے؛ اس لیے ازواجِ مطہراتؓ کے حجروں میں آتے جاتے تھے۔ ایک دن آئے تو آپ ﷺ نے حضرت اُمِ سلمہؓ اور حضرت میمونہؓ سے فرمایا: ان سے پردہ کرو، تو وہ کہنے لگیں:

یارسول اللہ! یہ تو نابینا ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: تم تو نابینا نہیں ہو، تم تو انہیں دیکھ سکتی ہو۔

واقعۂ ایلا

۹ھ میں واقعۂ ایلا پیش آیا، جس میں حضرت عمرؓ نے اولاً حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو تنبیہ کی، پھر حضرت ام سلمہؓ کے پاس بھی آئے، آپ ان کی رشتہ دار ہوتی تھیں، آپؓ سے بھی گفتگو کی تو آپؓ نے جواب دیا: "عجبا لك يا ابن الخطاب! دخلت في كل شيء، حتى تبتغي أن تدخل بين رسول الله وأزواجه". عمر! تم ہر معاملے میں دخل دینے لگے، یہاں تک کہ اب رسول اللہ ﷺ کی ازواج کے معاملات میں بھی دخل دیتے ہو۔ چوں کہ جواب نہایت تلخ تھا اس لیے حضرت عمرؓ خاموش ہو گئے، اور اٹھ کر چلے گئے۔ پھر رات کو یہ خبر مشہور ہوئی کہ آں حضرت ﷺ نے ازواج کو طلاق دے دی، صبح کو حضرت عمرؓ آں حضرت ﷺ کی خدمت میں آئے اور تمام واقعہ بیان کیا، جب حضرت ام سلمہؓ کا قول نقل کیا تو آپ مسکرا اٹھے۔ (سیر الصحابیات: ۶۲-۶۳)

واقعۂ حجۃ الوداع

۱۰ھ میں حجۃ الوداع کے موقع پر اگر چہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا علیل تھیں، تاہم ساتھ آئیں، غلام اونٹ کی نکیل تھامے ہوئے تھا، آں حضرت ﷺ نے فرمایا کہ: جب غلام مکاتب کے پاس اس قدر مال موجود ہو کہ وہ اس کو ادا کر کے آزاد ہو سکتا ہو تو اس سے پردہ ضروری ہو جاتا ہے۔

اور اسی موقع کا یہ واقعہ ہے کہ: جس وقت حج سے فارغ ہو کر آپ ﷺ نے مدینہ کا ارادہ کیا اس وقت تک بیماری کی وجہ سے حضرت ام سلمہؓ نے طوافِ وداع نہیں کیا تھا، انہوں نے آپ ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے طواف کے متعلق فرمایا کہ: جب نمازِ فجر قائم ہو تو اونٹ پر سوار ہو کر طواف کر لینا۔ چناں چہ حضرت ام سلمہؓ نے ایسا ہی کیا، اس وقت

آپ ﷺ بیت اللہ شریف کے صحن میں امامت فرمارہے تھے اور سورۂ طور پڑھ رہے تھے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ: میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: کیا عورتوں پر جہاد فرض ہے؟ تو آپ نے مکۂ مکرمہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: عورتوں کا جہاد یہ ہے ''یعنی حج کرنا''۔

حضور ﷺ کی محبت

حضرت ام سلمہؓ سے حضور پُر نور ﷺ کو بے انتہا محبت بھی تھی جس کی بنا پر ان کی باری والی رات میں آپ کے مصلّے کے سامنے ان کا بستر بچھا کرتا تھا، آپ نماز میں مشغول رہتے اور وہ سامنے ہوتیں۔

حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ: حضور ﷺ روزانہ نمازِ عصر کے بعد ازواجِ مطہرات کی خیریت دریافت فرمانے کے لیے ان کے حجروں میں تشریف لے جایا کرتے اور دورے کا آغاز حضرت ام سلمہؓ کے مکان سے کرتے، چوں کہ وہ عمر میں دیگر ازواج سے بڑی تھیں اور اختتام میرے حجرے پر ہوتا۔ (امہات المؤمنین ۲۷۲-۲۷۳)

سیدہ ام سلمہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے سفارش کی

ابنِ اسحاق فرماتے ہیں کہ: ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب اپنے بھائی عبد اللہ بن ابی امیہ کو لے کر مکّہ اور مدینۂ منورہ کے درمیان ''نبق العقاب'' نامی جگہ پر نبیٔ کریم ﷺ کے پاس آئے۔ وہ رسول اللہ ﷺ سے ملنا چاہتے تھے۔ سیدہ ام سلمہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ: ایک آپ کے چچا کا بیٹا ہے اور دوسرا آپ کا نسبتی برادر ہے، دونوں آپ سے ملاقات کے متمنی ہیں۔ آپ ان کو اجازت دے دیں کہ یہ آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو جائیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں ان سے نہیں ملنا چاہتا ہوں۔ میرے چچا کے بیٹے ابوسفیان بن حارث نے میری عزت کو پامال کیا ہے اور

میرے نسبتی برادر نے بھی میرے خلاف زبان درازی کی ہے۔

ابوسفیان بن حارث کے ساتھ اس کا ایک چھوٹا بیٹا بھی تھا، اسے جب معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے ملاقات سے انکار کر دیا ہے تو اس نے کہا: اگر مجھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت نہ ملی تو میں اپنے اس بیٹے کا ہاتھ پکڑ کر بہ طور احتجاج جنگل کی طرف نکل جاؤں گا اور وہاں ہم بھوکے پیاسے مر جائیں گے۔ جب رسول اللہ ﷺ کو پتہ چلا کہ ابوسفیان نے مایوس و نامراد ہو کر یہ فیصلہ کیا ہے تو آپ کو ترس آ گیا۔ آپ ﷺ نے دونوں کو ملاقات کی اجازت دے دی۔ دونوں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کی۔ پھر فتح مکہ، غزوۂ حنین اور غزوۂ طائف میں شریک ہوئے۔ (رسول اللہ ﷺ کی پاکباز بیویاں:۳۳۲)

حبِ نبوی ﷺ

حضرت ام سلمہؓ کی نبی کریم ﷺ سے محبت کا یہ عالم تھا کہ آپ کے موئے مبارک چاندی کی ڈبی میں جمع کر رکھے تھے، بخاری شریف میں ہے کہ صحابہ میں سے جب کسی کو کوئی تکلیف یا بیماری لاحق ہوتی تو پانی کا بھرا ہوا پیالہ لے کر حضرت ام سلمہؓ کی خدمت میں حاضر ہوتا وہ موئے مبارک ڈبی سے نکال کر پانی میں ہلا دیتیں، اس کی برکت سے تکلیف دور ہو جاتی۔ (تذکار صحابیات:۶۸)

اسی بے پناہ محبت وعقیدت کا یہ اثر تھا: مسند احمد بن حنبل میں روایت ہے کہ ۶۱ھ میں جس دن حضرت حسین نے اپنے عظیم المرتبت رفقا کے ساتھ دشتِ کربلا میں جامِ شہادت نوش کیا، حضرت ام سلمہؓ نے خواب میں دیکھا کہ رحمتِ عالم ﷺ تشریف لائے ہیں، سر اور ریش مبارک غبار آلود ہیں اور آپ بہت غمزدہ ہیں۔ حضرت ام سلمہؓ نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا حال ہے؟ فرمایا: حسین کے مقتل سے آ رہا ہوں۔ حضرت ام سلمہؓ کی آنکھ کھل گئی،

بے اختیار رونے لگیں اور بلند آواز سے بولیں: عراقیوں نے حسین کو قتل کیا، خدا انہیں قتل کرے، انہوں نے حسین سے دغا کی، خدا ان پر لعنت کرے۔ (تذکار صحابیات ۷۹-۸۰)

سفینہ، حضرت ام سلمہؓ کے غلام تھے، آپؓ نے سفینہ کو اس شرط پر آزاد کر دیا کہ وہ زندگی بھر نبی کریم ﷺ کی خدمت کریں گے۔

محبت اس حد تک بڑھ گئی کہ ایک مرتبہ حضرت ام سلمہؓ نے ایک سونے کا ہار پہن لیا، حضور ﷺ نے اس کو ناپسند فرمایا، تو آپ نے اسے توڑ پھینکا۔ (ازواج مطہرات حیات وخدمات: ۳۳)

ابن سعد کا بیان ہے کہ ۱۱ھ میں سرورِ عالم ﷺ بیمار ہوئے، تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور ﷺ کی خبر گیری کے لیے اکثر حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حجرے میں جاتیں، ایک دن حضور کو بہت علیل اور سخت تکلیف میں دیکھا تو ان کی چیخ نکل گئی، حضور ﷺ نے منع فرمایا کہ: مصیبت میں چیخنا مسلمانوں کے لیے مناسب نہیں۔

ایک دن مرض سخت ہوا تو ازواج نے دوا پلانا چاہی، آپ کو گوارا نہ تھا؛ اس لیے آپ نے انکار فرمایا؛ لیکن جب غشی طاری ہوئی تو حضرت ام سلمہؓ اور اسماء بنتِ عمیسؓ نے دوا پلا دی۔ (سیر الصحابیات: ۶۳-۶۴)

تم بہتر مقام پر ہے

سیدہ ام سلمہؓ کے صاحبزادے اور نبی کریم ﷺ کے پروردہ سیدنا عمر بن ابی سلمہؓ کہتے ہیں کہ: یہ آیت سیدہ ام سلمہؓ کے گھر نازل ہوئی: ﴿إنمـا يـريـد الـلـه ليذهب عنكم الرجس أهل البيت ويطهر كم تطهيرا﴾ (الأحزاب: ۳۳)

''اے اہلِ بیت! بلا شبہ اللہ تعالیٰ تم سے پلیدگی کو ختم کر دینا چاہتا ہے، اور تمہیں خوب اچھی طرح پاک کر دینا چاہتا ہے''۔

نبی کریم ﷺ نے فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم کو اپنے پاس بلایا اور انہیں چادر

میں ڈھانپ لیا، سیدنا علی بن ابی طالبؓ ان کے پیچھے کھڑے تھے، رسول اللہ ﷺ نے انہیں بھی اپنی چادر میں ڈھانپ لیا اور پھر ان سب کے بارے میں ارشاد فرمایا: "اللھم ھولاء أھل بیتي فاذھب عنھم الرجس وطھرھم". "الٰہی! یہ میرے اہل بیت ہیں، ان سے پلیدگی کو ختم کر دے اور انہیں خوب اچھی طرح پاک صاف کر دے"۔

سیدہ ام سلمہؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں بھی تو ان کے ساتھ ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارا اپنا مقام و مرتبہ ہے اور تم بہتر مقام پر فائز ہو۔ (رسول اللہ ﷺ کی پاکباز بیویاں: ۳۲۷)

اولاد

رسول کریم ﷺ کے صلب مبارک سے ان کی کوئی اولاد نہیں ہوئی، البتہ چار بچے (دولڑکے، دولڑکیاں) ابوسلمہ سے تھے جن کا نام: سلمہ، عمر، درّہ اور زینب ہے۔

حضور ﷺ سے نکاح کے بعد بھی انہوں نے اپنے شوہر کی اولاد کی پرورش نہایت شفقت و توجہ سے کی، ایک دفعہ رسول کریم ﷺ سے پوچھا کہ: یارسول اللہ! مجھے ان بچوں کی پرورش کا اجر ملے گا؟ فرمایا: ہاں۔ (سیر الصحابیات: ۶۵)

اولاد کی تفصیلات درج ذیل ہیں:

سلمہ: حبشہ میں پیدا ہوئے، رسول اللہ ﷺ نے ان کا نکاح حضرت حمزہؓ کی دختر نیک اختر امامہ سے کیا تھا۔

عمر: راجح قول کے مطابق یہ سب سے چھوٹے اور دوسرے نمبر کے صاحبزادے تھے، حضورِ پُرنور ﷺ نے جب حضرت ام سلمہؓ سے نکاح کیا تو اپنی والدہ کے ساتھ یہ بھی آئے اور آپ کی کفالت و پرورش میں رہے۔ ایک دن آپ کے ساتھ کھانا کھاتے ہوئے بچوں کی عام عادت کے مطابق ہر طرف ہاتھ گھمانے لگے، تو آپ نے کھانے کا طریقہ سکھاتے ہوئے ارشاد فرمایا: پیارے بیٹے! قریب آجاؤ، بسم اللہ پڑھو، داہنے

ہاتھ سے کھاؤ اور اپنی طرف سے کھاؤ۔ یہ عمر بعد میں چل کر حضرت علیؓ کے عہدِ خلافت میں بحرین اور فارس کے عامل بنے۔

درّہ: یہ آپؓ کی صاحبزادی ہیں اور ترتیب میں تیسرے نمبر پر ہیں۔ ان کے متعلق سیدہ ام حبیبہؓ نے حضور ﷺ سے سوال کیا تھا: یارسول اللہ! ہم نے سنا ہے کہ آپ درّہ سے نکاح کرنا چاہتے ہیں تو آپ ﷺ نے پوچھا: کیا ام سلمہ کے نکاح میں ہوتے ہوئے؟ اور کہا: اگر ام سلمہ میرے نکاح میں نہ ہوتیں تو بھی میرا نکاح ان سے درست نہ ہوتا: اس لیے کہ وہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہیں۔

زینب: یہ سب سے چھوٹی صاحبزادی اور آخری اولاد ہیں، وفاتِ ابوسلمہ کے وقت یہ رحمِ ام سلمہ میں تھیں، ان کی ولادت کے ساتھ ام سلمہ کی عدت ختم ہوئی۔ ان کا نام "برّہ" رکھا گیا تھا؛ لیکن آپ ﷺ نے اسے تبدیل کر کے زینب رکھ دیا اور برّہ نام رکھنے سے منع فرمایا۔ حضرت زینب فقہ و فتاویٰ میں شہرت یافتہ تھیں۔ ان کو حضرت اسماء بنتِ ابوبکرؓ نے دودھ پلایا تھا۔ انتہائی بڑھاپے میں بھی ان کے چہرے پر رونق باقی تھی، جس کی وجہ یہ بنی کہ حضورِ پُرنور ﷺ جب حضرت ام سلمہؓ کے یہاں غسل کرتے تو یہ آپ کے پاس کھڑی ہو جاتیں اور آپ ان کے چہرے پر پانی کے چھینٹے مار دیا کرتے۔ (تذکار صحابیات ۸۰-۸۱)

حلیہ مبارکہ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نہایت حسین تھیں، حسنِ باطن سے مالا مال ہونے کے ساتھ حسنِ ظاہر سے بھی آراستہ تھیں۔ حافظ ابن حجر نے "كانت أم سلمة بالجمال البارع" کا جملہ استعمال کیا ہے، (حضرت ام سلمہ نہایت حسین وخوبصورت تھیں)۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: حضورِ انور ﷺ نے جب ام سلمہؓ سے نکاح کیا تو مجھے بے حد غم لاحق ہوا؛ کیوں کہ ان کے حسن و جمال کی میں نے بڑی شہرت سن رکھی

تھی، پھر فرماتی ہیں: جب میں نے انہیں دیکھا تو واقعتاً جتنی شہرت سن رکھی تھی اس سے کئی گنا زیادہ خوبصورت پایا۔ سیدہ اُمِ سلمہؓ کے بال نہایت گھنے تھے۔ (سیر الصحابیات: ۶۵)

آپؓ کی وفات، نمازِ جنازہ اور تدفین

اُم المؤمنین حضرت اُمِ سلمہؓ نے بہت لمبی عمر پائی، تمام امہات المؤمنین میں آپ سب سے اخیر میں اس دنیا سے رخصت ہوئیں، آپ کے انتقال کے بعد عالَمِ اسلام اپنی روحانی ماؤں کے پُر شفقت سائے سے محروم ہوگیا۔ آپ کے سنِ وفات کے سلسلے میں مؤرخین کے درمیان کافی اختلاف ہے؛ مگر مشہور قول کے مطابق ۸۴/ سال کی عمر پا کر واقعۂ حرہ کے سال ۶۳ھ میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ (رسول اللہ ﷺ کی پاکباز بیویاں: ۲۵۵)

حضرت اُمِ سلمہؓ نے حضرت سعید بن زیدؓ سے نمازِ جنازہ پڑھانے کی وصیت غالباً اس وقت کی تھی جب ۵۹ھ سے پہلے شدید بیمار پڑیں، اور زندگی سے مایوس ہوگئی تھیں؛ لیکن بفضلِ خداوندی وہ شفایاب ہوگئیں اور حضرت سعید بن زیدؓ کا انتقال ہوگیا۔

حضرت اُمِ سلمہؓ کی وفات کے وقت مدینہ کا گورنر ولید بن عتبہ (ابوسفیان کا پوتا) تھا، وہ اعمال کے اعتبار سے پسندیدہ نہ تھا؛ اس لیے اُمّ المؤمنین اس سے ناخوش تھیں، چوں کہ حضرت اُمِ سلمہؓ نے وصیت کی تھی کہ وہ میرے جنازے کی نماز نہ پڑھائے؛ اس لیے وہ جنگل کی طرف نکل گیا اور اپنی جگہ حضرت ابو ہریرہؓ کو بھیج دیا۔

چناں چہ حضرت ابو ہریرہؓ نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور بیٹوں سلمہ و عمر نے لحد میں اتارا، اور مدینہ کے معروف قبرستان جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔ (ازواجِ مطہرات: ۲/۴۳)

اوصاف وکمالات

سخاوت

سخاوت وفیاضی میں سیدہ اُمِ سلمہؓ اپنے والد کے مانند تھیں، گویا کہ سخاوت ان کو

والد کی وراثت میں حاصل ہوئی ہو، ضرورت مندوں، مسکینوں اور سائلوں کی حاجتیں پوری کرنا ان کا شیوہ تھا، کوئی سائل ان کے گھر سے خالی ہاتھ نہ جاتا تھا، زیادہ نہ ہوتا تو تھوڑا یا جو کچھ بھی ہوتا سائل کو دے دیتیں۔ حکومت نے بارہ ہزار درہم سالانہ وظیفہ مقرر کیا؛ لیکن آپ اس رقم کا بیشتر حصہ خدا کے بندوں میں تقسیم کر دیتی تھیں۔

خود بھی فیاض تھیں اور دوسروں کو بھی فیاضی کی طرف مائل کرتی تھیں۔ ایک دفعہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے حاضرِ خدمت ہو کر کہا: اماں جان! میرے پاس اس قدر مال جمع ہوگیا ہے کہ اب بربادی کا خوف ہے، جواب دیا: بیٹا! اس کو خرچ کرتے رہا کرو۔

اخلاق وعادات

حضرت اُم سلمہؓ نے ہمیشہ زہد وتقویٰ کے ساتھ زندگی گزاری، ثواب اور نیکی کے کاموں کو پسند کرتیں، نہایت متقی اور عبادت گذار خاتون تھیں، ہر مہینے تین روزے بالالتزام رکھتیں، دنیاداری کی طرف چنداں توجہ نہ تھی، اللہ اور اس کے رسول کی باتوں کو بڑے ہی شوق سے سنتیں اور اس پر عمل کرتیں، امر ونواہی کا بڑا خیال رکھتیں اور کسی کو خلافِ سنت وخلافِ مستحب کام کرتے دیکھتیں تو متنبہ فرماتیں، نیز آپ بڑی صابر و متحمل بھی تھیں۔

امر بالمعروف ونہی عن المنکر

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر آپ کا طرۂ امتیاز تھا، بعض امرا نے نماز کے اوقات میں تغیر وتبدیلی کی یعنی مستحب اوقات چھوڑ دیے، تو حضرت اُم سلمہؓ نے ان کو تنبیہ کی اور فرمایا کہ: آں حضرت ﷺ ظہر کی نماز جلد پڑھا کرتے تھے اور تم لوگ نمازِ عصر جلدی ادا کرتے ہو۔ (سیر الصحابیات: ٦٩)

ایک دن آپؓ کے بھتیجے نے دو رکعت نماز پڑھی، سجدہ گاہ غبار آلود تھی تو وہ سجدہ کرتے وقت مٹی جھاڑنے لگے، آپؓ نے انہیں روکا کہ یہ فعل حضور ﷺ کی روش کے

خلاف ہے۔ حضور اکرم ﷺ کے ایک غلام نے بھی ایک مرتبہ ایسا ہی کیا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "ترب وجهك الله"، خدا کرے کہ تیرا چہرہ غبار آلود ہو۔ (سیر اصحابیات ۲۹)

عمر بن سعید بن ابو الحسین کہتے ہیں کہ: مجھے میری والدہ نے میرے والد کے حوالے سے بتایا، وہ فرماتے ہیں کہ: میں سیدہ ام سلمہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا، میں اس وقت چھوٹا تھا، میں نے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی پہن رکھی تھی۔ سیدہ ام سلمہؓ نے اپنی کنیز کو حکم دیا کہ اس لڑکے کے ہاتھ سے سونے کی انگوٹھی اتار لیں اور اسے اس کے گھر والوں کے پاس لے جائیں اور انہیں یہ کہیں کہ اس کی جگہ چاندی کی انگوٹھی بنا کر پہنائیں۔ کنیز نے کہا کہ: گھر والوں کو تو اس انگوٹھی کی ضرورت نہیں، تو حضرت ام سلمہؓ نے فرمایا کہ: پھر یہ انگوٹھی صدقے میں دے دیں، اور اس کے لیے چاندی کی انگوٹھی بنوائی؛ کیوں کہ مرد کے لیے سونے کی انگوٹھی پہننا شرعاً ممنوع ہے۔

حضرت عثمان بن عفانؓ کو بہ حیثیت روحانی ولد کے نصیحت کرنا

حضرت ام سلمہؓ نے سیدنا عثمان بن عفانؓ کو ان کے عہدِ خلافت میں نصیحت فرمائی کہ: بیٹا! میں دیکھ رہی ہوں کہ تمہاری رعایا تم سے نفرت کا اظہار کر رہی ہے، تم رسول اللہ اور ابو بکر و عمر کے پسندیدہ طرزِ عمل کو اختیار کرو اور اس سے سرِ مو بھی انحراف نہ کرو، میں تم کو ایک ماں کی حیثیت سے یہ کہہ رہی ہوں، تمہارے لیے ضروری ہے کہ میری اس نصیحت پر عمل پیرا ہوں۔ سیدنا عثمانؓ نے فرمایا: اماں جان! آپ نے نصیحت کا حق ادا کر دیا، میں اس نصیحت کو ہر دم پیشِ نظر رکھوں گا، میرے خلاف بلوئی کرنے والے شیطان کے بہکاوے میں آئے ہوئے ہیں، کسی نے ان نادانوں کو نہیں سمجھایا کہ عقل کے ناخن لیں اور بُرے بھلے کی تمیز کا سلیقہ سیکھیں، نہ ان کی زبانوں پر لگام ہے اور نہ ان کے دلوں پر، اب میرے اور ان کے درمیان اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فیصلہ فرمائیں گے کہ کون

حق پر تھا اور کون باطل پر، اس دن کوئی معذرت پیش نہ کر سکے گا۔

سیدہ ام سلمہؓ اور نزولِ قرآن

ایک دن سیدہ ام سلمہؓ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا کہ: یارسول اللہ! مرد جنگ کرتے ہیں اور ہم عورتیں جنگ نہیں کرتیں، اور ہم عورتوں کا میراث میں مردوں کی نسبت آدھا حصہ رکھا گیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کردی: ﴿الرجال قوامون على النساء بما فضل الله بعضهم على بعض﴾ (النساء: ٤/ ٣٦) ''مرد عورتوں پر حاکم ہیں بہ سبب اس کے جو اللہ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی''۔

مفسرِ قرآن حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ: سیدہ ام سلمہؓ کے ہاں یہ آیت نازل ہوئی: ﴿إن المسلمين والمسلمت والمومنين والمومنات﴾ (الأحزاب: ٣٣ - ٣٥) ''بلاشبہ مسلمان مرد اور عورتیں مؤمن مرد اور مؤمن عورتیں''۔

سیدہ ام سلمہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: یارسول اللہ! ہجرت کے حوالے سے اللہ تعالیٰ نے عورتوں کا ذکر نہیں کیا، کم از کم میں نے یہ تذکرہ نہیں سنا، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کردی: ﴿فاستجاب لهم ربهم أني لا أضيع عمل عامل منكم من ذكر أو أنثى﴾ (آلِ عمران: ٣/ ١٩٥) ''تو جواب میں ان کے رب نے فرمایا: میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کا عمل ضائع کرنے والا نہیں، خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔ (رسول اللہ ﷺ کی پاکباز بیویاں: ۳۲۹)

ذہانت وذکاوت

حضرت ام سلمہؓ صاحبِ بصیرت اور اجتہادی شان کی حامل تھیں، قرآنِ کریم

واحادیثِ نبویہ سے احکامات کے استنباط کی عظیم صلاحیت ان میں موجود تھی، حضور ﷺ سے بھی موقع بہ موقع استفسار فرمایا کرتی تھیں؛ البتہ مسائل کا جواب دینے میں بے حد احتیاط کرتیں اور انتہائی غور و تدبر کے بعد جواب دیا کرتیں؛ بلکہ ضرورت کے موقع سے تائید بھی کروالیا کرتی تھیں، نیز آپ ﷺ کے مشیروں میں ان کا شمار تھا۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر جب آں حضرت ﷺ کو بڑی الجھن پیش آئی تو اس وقت بھی حضرت ام سلمہؓ نے اس گتھی کو سلجھایا تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ اُس موقع پر جب آپ نے عمرہ کرنے کی بجائے احرام کھولنے کا حکم دیا تو طبیعتیں احرام کے کھولنے کو گوارا نہیں کر رہی تھیں، چوں کہ اس میں سفر کا ضیاع اور تمنا کا پورا نہ ہونا صاف نظر آ رہا تھا؛ لہٰذا اس بات پر کوئی بھی تیار نہ ہوا، اس پر سرکار ﷺ کو بہت رنج ہوا کہ کوئی بھی بات ماننے کا تیار نہیں، تب حضرت ام سلمہؓ نے فرمایا: اے اللہ کے نبی! اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ سب احرام کھول دیں تو آپ باہر نکل کر جانور کو ذبح فرمادیں اور بال مونڈنے والے کو بلا کر اپنے بال منڈ والیں۔ چناں چہ آپؐ نے ایسا ہی کیا، جب صحابہ نے یہ ماجرا دیکھا تو انہوں نے بھی حضور ﷺ کی دیکھا دیکھی ایسا ہی کیا۔ (امت مسلمہ کی مائیں: ۱۰۹)

حضرت ام سلمہؓ کا یہ خیال "علم النفس" کے ایک بڑے مسئلے کو واضح کرتا ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جمہور کی فطرت شناسی میں آپؓ کو کس درجہ کمال حاصل تھا۔ امام الحرمین فرمایا کرتے تھے کہ: صنفِ نازک کی پوری تاریخ اصابتِ رائے کی ایسی عظیم الشان مثال پیش نہیں کر سکتی۔ (سیر الصحابیات: ۶۳)

وفات سے پہلے آں حضرت ﷺ نے حضرت فاطمہؓ کے کان میں رازدارانہ طور پر کچھ باتیں کہی تھیں۔ حضرت عائشہؓ نے بے تاب ہو کر اسی وقت پوچھنا شروع کر دیا؛ مگر سیدہ ام سلمہؓ معاملہ فہم تھیں؛ اس لیے توقف کیا اور آں حضرت ﷺ کی وفات کے بعد پوچھا۔ (سیر الصحابیات: ۶۳)

ایک مرتبہ چند صحابہؓ نے دریافت کیا کہ آں حضرت ﷺ کی اندرونی زندگی کے متعلق کچھ ارشاد فرمائیے، سیدہ نے جواب دیا: آپ کا ظاہر و باطن یکساں ہے۔ آں حضرت ﷺ تشریف لائے تو آپ ﷺ سے واقعہ بیان کیا، فرمایا: تم نے بہت اچھا کیا۔ (سیر الصحابیات ۶۸)

جنّت کی بشارت

بیعتِ رضوان میں شریک ہونے سے آپ بھی ان مقدس لوگوں میں شامل ہو گئیں جنہیں حضور ﷺ نے جنّت کی بشارت عنایت فرمائی۔ ویسے بھی حضور ﷺ کی جملہ ازواج کے لیے جنّت کی عمومی بشارت ہے وہ یہ کہ حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے مجھے صرف جنّتی خاتون سے نکاح کرنے کا حکم دیا ہے۔ (رسول اللہ ﷺ کی پاکباز بیویاں ۳۰۵)

روایات کی تصحیح اور ان کی وضاحت

بعض کتبِ سیر میں لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھا کرتے تھے، مروان نے پوچھا: آپ یہ نماز کیوں پڑھتے ہیں؟ تو انہوں نے کہا: آپ ﷺ بھی پڑھا کرتے تھے، اور چوں کہ یہ حدیث انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے سن رکھی تھی۔ مروان نے ان کے پاس تصدیق کے لیے آدمی بھیجا، جب وہ آدمی حضرت عائشہؓ کے پاس پہنچا تو انہوں نے حضرت اُم سلمہؓ کا حوالہ دیا اور کہا کہ: یہ حدیث مجھے ان سے پہنچی ہے۔ حضرت اُم سلمہؓ کے پاس آدمی بھیجا گیا اور یہ قول نقل کیا تو وہ بولیں: "یغفر الله لعائشة لقد وضعت أمر على غير موضعه أو لـم أخبرها أن رسول الله ﷺ قد نهى عنهما". خدا عائشہ کی مغفرت کرے، انہوں نے بات نہیں سمجھی، کیا میں نے ان سے یہ نہیں کہا تھا کہ آں حضرت ﷺ نے ان کے پڑھنے کی ممانعت فرمائی ہے۔ (سیر الصحابیات ۶۷)

اسی طرح حضرت ابو ہریرہؓ کا خیال تھا کہ حالتِ جنابت میں رمضان کا روزہ نہیں رکھ سکتے۔ ایک شخص نے جا کر حضرت ام سلمہؓ اور حضرت عائشہؓ سے پوچھا، دونوں نے کہا کہ: آپ ﷺ خود حالتِ جنابت میں روزہ رکھا کرتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے سنا تو ہوش وحواس اڑ گئے اور رنگ فق ہوگیا اور کہا: میں کیا کروں، فضل بن عباس نے مجھ کو اسی طرح بیان کیا تھا۔ لیکن ظاہر ہے کہ سیدات کو زیادہ علم ہوگا، اس خیال سے انہوں نے رجوع کیا۔

اسی طرح ایک شخص کو کوئی مسئلہ بتایا مگر اس کو تسکین نہ ہوئی تو وہ دوسری ازواج کے پاس گیا، سب نے ایک ہی جواب دیا، پھر وہ واپس آیا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یہ خبر سنایا تو وہ بولیں: ہاں! میں نے اس کے متعلق نبی کریم ﷺ سے حدیث سنی ہے۔

اسی طرح واقعۂ حرہ کے بارے میں بھی ہوا کہ ۶۳ھ کے بعد شامی لشکر مکّہ گیا، جہاں ابن زبیر پناہ گزیں تھے۔ چوں کہ آپ ﷺ نے ایک حدیث میں ایسے لشکر کا تذکرہ فرمایا تھا، اس لیے بعض حضرات کو شبہ ہوا۔ کسی نے حضرت ام سلمہؓ سے دریافت کیا تو وہ بولیں: آپ ﷺ نے یہ فرمایا ہے کہ: ایک شخص مکّہ میں پناہ لے گا، اس کے مقابلہ میں جو لشکر بیابان میں آئے گا وہیں دھنس جائے گا۔ حضرت ام سلمہؓ سے پوچھا گیا کہ: جو لوگ جبراً اور زبردستی شریک کیے گئے ہوں گے وہ بھی؟ فرمایا: ہاں! لیکن قیامت میں اپنی نیتوں کے مطابق اٹھیں گے۔ حضرت جعفرؒ فرماتے تھے کہ: یہ واقعہ مدینہ کے میدان میں پیش آئے گا۔ (امہات المؤمنین:۵۰۹-۵۱۰)

اختلافات میں حَکَم بننا

کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ صحابۂ کرامؓ کے درمیان کسی مسئلے میں اختلاف ہوتا تو اُمّ المؤمنین امِ سلمہ حَکَم بننے کا فریضہ انجام دیتیں اور جو فیصلہ کرتیں اسے ہر ایک تسلیم کرتا۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ اور عبداللہ بن عباسؓ کے درمیان اس مسئلے میں اختلاف ہوا، کہ شوہر کے انتقال کے بعد اس کی حاملہ بیوی کی عدت کب پوری ہوگی؟ حضرت ابو ہریرہؓ کا فتویٰ تھا کہ وضع حمل عدت ہوگی، خواہ شوہر کی وفات کے معاً بعد ہی کیوں نہ ہو۔ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا فتویٰ تھا کہ وضع حمل اگر چار مہینے دس دن سے پہلے ہوگیا تو مدت پوری کرنا ہوگی اور اگر مدت پوری ہوگئی؛ لیکن بچہ پیدا نہ ہوا تو عدت کے اختتام کے لیے بچہ کی پیدائش کا انتظار کیا جائے گا۔ دونوں کا فتویٰ اُمّ المؤمنین حضرت ام سلمہؓ کے سامنے پیش کیا گیا، تو آپؓ نے حضرت ابو ہریرہؓ کے فتوے پر فیصلہ کیا اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اپنے فتویٰ سے رجوع کیا۔ (سیر الصحابیات: ۶۶-۶۷)

علم کا شوق

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا شوقِ علم اس قدر تھا کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے مردوں کے تہبند کے متعلق فرمایا کہ: مردوں کا تہبند پنڈلی تک یا ٹخنوں سے کچھ اوپر ہونا چاہیے، حضرت ام سلمہؓ نے عورتوں کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: پنڈلی سے ایک بالشت نیچے، حضرت ام سلمہؓ نے عرض کیا: ایڑی تو دکھے گی، پھر آپ نے فرمایا: ایک ہاتھ سے زیادہ نہیں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور ﷺ کے اقوال و افعال اور اداؤں کو محفوظ کرنے کی پوری کوشش کرتی تھیں، چناں چہ وہ غزوۂ خندق میں شریک تو نہ تھیں مگر آپ کے اس قدر قریب تھیں کہ بہ آسانی آواز سن سکتی تھیں، بیان فرماتی ہیں کہ: مجھے وہ منظر اچھی طرح یاد ہے جب آپ لوگوں کو اینٹیں اٹھا اٹھا کر دے رہے تھے اور سینۂ اطہر کے بال گرد آلود تھے، ساتھ ہی ساتھ یہ دعائیہ اشعار بھی پڑھ رہے تھے:

اللھم إن الخیر خیر الآخرۃ فاغفر الأنصار والمھاجرۃ

اسی دوران آپ کی نظر حضرت عمارؓ پر پڑی تو فرمایا: ابن سمیہ! افسوس تجھے ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔

اس طرح غزوۂ خیبر میں بھی حضور پُرنور ﷺ کے ساتھ تھیں اور اس قدر قریب تھیں کہ مشہور یہودی سپہ سالار مرحب کے دانتوں پر جب تلوار پڑی تو کڑکڑاہٹ کی آواز سن رہی تھیں۔

اور آپؓ کو غزوۂ مریسیع، خیبر، فتح مکہ، صلح حدیبیہ، معرکہ طائف، غزوۂ حنین میں رسول اللہ ﷺ کی ہمراہیت کا شرف حاصل ہوا۔ (ازواج مطہرات وصحابیات کا انسائیکلوپیڈیا: ۱۶۸)

حدیث کا شوق

اسی طرح حضرت ام سلمہؓ کو حدیث سننے کا بھی بہت جذبہ وولولہ تھا، ایک دن بال گندھوا رہی تھیں کہ رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف لائے اور خطبہ دینا شروع کیا، ابھی زبانِ مبارک سے "أيها الناس" ہی نکلا تھا کہ مشاطہ کو حکم دیا کہ بال باندھ دو، اس نے کہا: اتنی بھی کیا جلدی ہے، ابھی تو حضور نے "أيها الناس" ہی فرمایا ہے، حضرت ام سلمہؓ فوراً کھڑی ہو گئیں اور اپنے بال خود باندھ لیے اور برہمی سے بولیں: کیا ہم "أيها الناس" (اے لوگو!) میں شامل نہیں ہیں؟ اس کے بعد بڑے انہماک سے پورا خطبہ سنا۔

شہر بن حوشب نے حضرت ام سلمہؓ سے پوچھا کہ: آپ کے یہاں حضور کونسی دعا بہ کثرت پڑھتے تھے؟ جواب دیا کہ: آپ اکثر "یا مقلب القلوب ثبت قلبي علی دینك" پڑھتے تھے، میں نے آپ سے اس دعا کو بہ کثرت پڑھنے کی وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ:

اے ام سلمہ! ہر آدمی کا دل اللہ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہے وہ جس کے دل کو چاہتا ہے راہِ راست سے پھیر دیتا ہے۔ (امہات المومنین: ۲۸۳)

علمی مقام ومرتبہ

علمی حیثیت سے اگر چہ تمام ازواج اپنی مثال آپ تھیں، تاہم حضرت عائشہؓ اور حضرت امِ سلمہؓ کا ان میں کوئی جواب نہ تھا، چناں چہ حضرت محمود بن لبیدؓ کہتے ہیں: "كان أزواج النبي ﷺ يحفظن من حيث النبي ﷺ كثيرا و لا مثلا لعائشة وأم مسلمة". ترجمہ: آں حضرت ﷺ کی تمام ازواج احادیث کا مخزن تھیں؛ تاہم عائشہ اور ام سلمہ کا ان میں کوئی حریف ومقابل نہ تھا۔

مروان بن حکم ان سے مسائل دریافت کرتا اور علانیہ کہتا: "كيف نسئل أحدا وفينا أزواج النبي ﷺ" آں حضرت ﷺ کی ازواج کے ہوتے ہوئے ہم دوسروں سے کیوں پوچھیں۔ (خواتینِ اسلام کی دینی وعلمی خدمات: ۱۵۳)

حضرت ابو ہریرہؓ اور ابنِ عباسؓ دریائے علم ہونے کے باوجود ان کے دریائے فیض سے مستغنی نہ تھے۔

علمِ اسرار

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حدیث وفقہ کے علاوہ اسرار (پوشیدہ باتوں) کا بھی علم تھا، اور یہ وہ فن تھا جس کے حضرت حذیفہ عالمِ خصوصی تھے۔ ایک مرتبہ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ آپ کے پاس آئے تو بولیں: آں حضرت ﷺ کا ارشاد ہے: بعض صحابہ ایسے ہیں جن کو اپنے انتقال کے بعد نہ میں دیکھوں گا اور نہ وہ مجھے دیکھ سکیں گے۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف گھبرا کر حضرت عمرؓ کے پاس پہنچے اور ان سے یہ حدیث بیان کی۔ حضرت عمرؓ حضرت امِ سلمہؓ کے پاس تشریف لائے اور کہا: خدا کی قسم! سچ سچ کہنا، کیا میں انہیں میں ہوں؟ آپ نے کہا: نہیں، لیکن میں تمہارے علاوہ کسی کو مستثنیٰ نہیں کروں گی۔ (امہات المومنین: ۵۰۹)

علمِ قراءت

ان علوم ومعارف کے ساتھ ساتھ انہیں قراءتِ قرآنِ کریم سے بھی بڑا لگاؤ تھا، گویا کہ قراءتِ قرآن ان کا اوڑھنا بچھونا ہی بن گیا تھا، طرزِ محبوب ﷺ کو اچھی طرح سے محفوظ کر رکھا تھا اور آپ کے طرز کی مشق کر رکھی تھی۔ ایک دفعہ کسی نے ان سے دریافت کیا کہ: حضور پُرنور ﷺ قراءت کس طرح کیا کرتے تھے؟ تو فرمایا: ایک ایک آیت الگ الگ کرکے پڑھتے تھے اور پھر پڑھ کر سنایا۔ آپ کے غلام شیبہ بن نصاح بن سرجس بن یعقوب اپنے زمانے میں اہلِ مدینہ کے امام القراء تھے، مشہور امامِ قراءت حضرت نافع مولیٰ بن عمر تجوید وقراءت میں ان ہی کے شاگرد ہیں۔

(خواتین اسلام کی دینی وعلمی خدمات: ۱۶۵)

مرویات وفتاویٰ

حضرت اُم سلمہؓ سے ۳۷۸/حدیثیں مروی ہیں، بخاری ومسلم میں ۲۹/روایات مروی ہیں، ۱۳/متفق علیہ ہیں۔ فضل وکمال میں حضرت عائشہؓ کے بعد انہیں کا درجہ مانا جاتا ہے۔ علامہ ابن قیمؒ کا بیان ہے کہ: حضرت اُم سلمہؓ کے فتاویٰ کو اگر جمع کیا جائے تو ایک رسالہ تیار ہوسکتا ہے اور آپ کے فتاویٰ بالعموم متفق علیہ ہیں۔ (رسول اللہ ﷺ کی پاکباز بیویاں: ۳۳۳)

آپ کے تلامذہ

آپ کے تلامذہ وشاگردان بے شمار ہیں جن میں سے مشہور یہ ہیں:

عبدالرحمن بن ابوبکر، اسامہ بن زید، مصعب بن عبداللہ، شعبہ، ابن شعبہ، ابوبکر، سعید بن مسیب، سلمان ابن یسار، ابوعثمان النہدی، ابوسلمہ، حمید، ابووائل، صفیہ بنت محسن، عبداللہ بن رافع، حضرت سفینہ، خیرہ (والدۂ حسن بصری)، نافع، شعبی، عکرمہ، ابوبکر بن عبدالرحمن، عثمان بن عبداللہ بن موہب، عروہ بن زبیر، کریم مولیٰ بن عباس،

صفیہ بنت شیبہ، ہند بنت حارث الفراسیہ، قبیصہ بن ذویب، عبداللہ بن حارث بن ہشام رضی اللہ عنہم اجمعین۔ (امہات المومنین: ۵۱۵)

ہمیں حضرت امِ سلمہؓ کی زندگی سے یہ پیغام ملتا ہے کہ زندگی صبر وتحمل، استقلال واستقامت، عبادات واطاعت اور رضائے الٰہی کے کاموں میں گذارنا چاہیے، اگر زندگی اسی طرح گزاریں گے تو ان شاء اللہ ان ہی نیک طینت ہستیوں سے جاملیں گے، اور اگر آزاد زندگی گزاری، شریعت وسنت سے دور رہے اور فسق وفجور اور طغیان وعصیان کے شکار رہے تو کل قیامت کے دن ان بزرگ ہستیوں اور اپنی ان روحانی ماؤں کے سامنے شرمندہ ہونا پڑے گا اور ہمیشہ ہمیش کی دوزخ میں جلنا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ مجھے، قارئین اور پوری امت کو ان مبارک ہستیوں کی زندگی پڑھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔